آلھا کھنڈ

(مہابھارت کے بعد ایک دوسری [illegible] بھارت لڑائی [illegible]
جس میں کئی خاص حکمران نسل کے شاہی [illegible] ہمیشہ
کے لئے سطح عالم سے حروف غلط کی طرح [illegible]
وجہ سے بھارت کی اگلی رہی سہی عظمت خاک میں [illegible] گئی)

آلھا کی سرفروشی کی داستان۔ اودل کی جان بازی کا حیرت انگیز بیان۔ پرتھوی راج کی معرکہ آرائی۔ لاکھن سنگھ ولی عہد قنوج کی دلیرانہ کارروائی۔ دیول دیوی کی پرجوش تقریر ادائی بیلا کی خون رلانے والی تحریر وغیرہ

رباعی

آلھا کے اکھاڑے کا نظارہ ہے یہ
اودل کی بہادری کا نقشہ ہے یہ
راجپوتوں کے شمشیروں کی زینت دیکھو
جانبازی و ہمت کا مرقع ہے یہ

از

بابو شیو برت لعل ورمن ایم۔ اے

بار پنجم ۱۰۰۰ قیمت ۸ر

پبلشرز
لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

ضمیمہ

چند ضروری نوٹ

۱۔ اس کتاب میں سنجوگتی یا سنجوگتا کے سوئمبر کا بار بار ذکر آیا ہے اس کے سوئمبر کا تذکرہ ہمارے راجستھان نامی کتاب میں ہے جس کو خواہش ہو۔ اس کو چاہئے کہ اصلی حال سے واقفیت پیدا کرے ۔

۲۔ چند بارد ٹ کے پرتھوی راج راسا کے بیانات میں اور آلہا کھنڈ کے حالات میں بہت کچھ اختلافات ہیں اس کتاب میں تمام خیالات کی مناسبت کی گئی ہے جو کہتے ہیں کہ آلہا کھنڈ پرتھوی راج کے مقابلہ میں مارا نہیں گیا۔ چند اس کے برخلاف لکھتے ہیں۔

۳۔ چندر اولی کی چوتھی۔ نل سرن اور ول سرن کے متعلق گیت کے بیانات اس رسالہ میں عمداً نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ ان میں واقعات کے اعادہ کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

۴۔ جس کسی کو آلہا کی عظمت اور یادگاری مقامات دیکھنے کی خواہش ہو وہ مہوبا، اندر کا لنجر، چنار وغیرہ مقامات میں جا کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔ جہاں کے عوام الناس اب بھی اس کو امر سمجھتے ہیں۔ اور وہ واقعی امر ہے۔ کیونکہ اب تک اس کا نام ہزاروں کی زبان پر رہتا ہے۔

۵۔ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے عام مشہور گیتوں کے موافق کہا گیا ہے۔

دیباچہ

آلھا ودل کی شجاعت و دلیری کے قصے ممالک متحدہ اودھ کے مشرقی اور درمیانی اضلاع میں دیہات کے بچوں بچوں تک کو یاد ہیں۔ جب برسات کے دن آتے ہیں۔ گاؤں کے رہنے والے بڑی خوش الحانی سے ان کے کارناموں کو گاتے ہیں۔ ٹھٹ کے ٹھٹ آدمی ان کے سننے کے لئے اردگرد حلقہ مار لیتے ہیں۔ جس خاص نظم میں یہ گیت گائے جاتے ہیں۔ اس کا نام ہی آلھا چھند ہو گیا ہے اور اس کی ہر دلعزیزی دیکھ کر بعض دیہاتی شاعروں نے رامائن وغیرہ کے واقعات کو بھی اسی پیرایہ میں ترتیب دے رکھا ہے ؀

آلھا اودل فرضی شخصیتیں نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی کچھ اصلیت بھی ہے یہ وہ نڈر بیباک اور جان پر کھیلنے والے سورما گزرے ہیں جن کی پرتھوی راج کے زمانہ میں دھاک ہوتی تھی اور نوجوان ہندو بالعموم ان کا نام سن کر جوش میں آجاتے تھے۔

گویا مہوبا کے رہنے والے تھے۔ جو اب ہمیر پور کے ضلع کی ایک تحصیل ہے مگر ان کی شہرت تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہانتک کہ مہوبا، میہر، کالنجر چنار گڑھ وغیرہ میں اب بھی بکثرت ان کی یادگاریں موجود ہیں جس زمانہ میں چنار گڑھ کے مشن سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ وہاں آلھا کے یاد دلانے والے مقامات کے لئے اکثر جایا کرتا تھا۔ وہاں قلعہ میں آلھا کی شادی کا منڈپ اب تک موجود ہے اور قلعہ کے پھاٹک پر اسکے گھوڑے کے ٹاپ کا مصنوعی نشان بنا ہوا ہے ؀

گو عوام الناس میں آلہا کے کارنامے اب تک زبان زد خلائق ہیں۔ مگر پڑھے لکھے آدمی جو دیہات کے رہنے والوں سے بالکل الگ تھلک رہتے ہیں اُنکے نام تک سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ میں نے سوچا کہ گو اصلی حالت میں اُن کو اِن قومی بہادروں کی داستان سنانا مشکل ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ ان کی بہادری کی روایتوں کو نثر کے پیرایہ میں قلم بند کیا جائے ۔

ابتدا میں میں نے خواہش کی تھی کہ یہ مضامین رسالہ سادھو میں بہ اقساط نکلتے رہتے مگر پھر کسی خیال سے ان کو اس تصوف کے رسالہ کے قابل نہ سمجھ کر وہی تین قسطوں کے بعد بند کر دیا تھا۔ لیکن بعض طبیعتوں کو یہ ایسے پسند آئے کہ انہوں نے بارہا مجھ کو ان کے ترتیب دینے کی تاکید کی۔ اور اسلئے میں نے جس طرح ہو سکا۔ اختصار کیساتھ ان حالات کو قلمبند کر دیا ۔

جس پیرایہ میں یہ کہانیاں لکھی ہوئی ہیں ان کا ترجمہ اسقدر مشکل ہے کہ کسی کی بھی جرأت نہیں ہو سکتی۔ نہ ان کے جوش ہی کو اردو کے لفظوں میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے مجبوراً میں نے نہایت اختصار سے کام لیا اور صرف نفس مطلب کے ظاہر کرنے کی کوشش کی مثال کے طور ایک دو چھند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ تیغا بولے رن مان چھپک چھپک تلوار
مرمر مر مرڈھول بجاویں ٹھن ٹھن بھالن کی جھنکار
جھل جھل جھل جھل چھوری جھلکیں بولیں مار مار سب مار

قومی گیت قومی فسانوں کا تحفظ ہر ہندوستانی کا فرض ہونا چاہیئے۔ اسلئے میں نے آلہا کھنڈ کو اردو کا جامہ پہنایا۔ مجھ کو اس میں سخت ناکامیابی ہوئی ہے۔ مگر پھر بھی پڑھنے والے اس سے کسی قدر محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے ۔

شیوبرت لال ورمن

خطاب بہ قلم

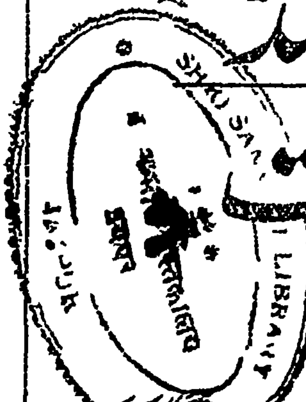
ہاں قلم رزم کا اور بزم کا مضموں سنا شیر مردوں کا ذرا رنگ دکھا ڈھنگ دکھا
دے الٹ صفحۂ تاریخ تعجب افزا سب کو تاریخ میں آجاتے فسانے کا مزا
دو زباں سے ترے شعلے و شرارے نکلیں
دل دھڑک اٹھیں کچھ اس زور کے نعرے نکلیں
کارنامے مجھے کرنے ہیں شجاعت کے رقم رزم اور بزم کے مضموں بیاں ہونگے بہم
اے قلم کہتے ہیں تیرے لیے مسیحائی دم ہو مضامین پہ تیرا جو ذرا کچھ بھی کرم
انمیں اس طرح سے بے شبہ روانی آجائے
مزرعۂ خشک میں جس طرح سے پانی آجائے
تو ہی حالات گزشتہ کو سنا سکتی ہے تو ہی آثار رضا دید بتا سکتی ہے
تو تصاویر قدیم ایسی دکھا سکتی ہے حال کو چاہے تو ماضی سے ملا سکتی ہے
تو اگر چاہے تو اعجاز دکھائے دم میں
تو اگر چاہے تو مردوں کو جلائے دم میں
آلھا اودل کے اکھاڑے کا تماشا تو دکھا پرتھوی راج کے دربار کا نقشہ تو دکھا
ہند کی پہلی تلوار زنی کا نقشہ دکھلا راجپوتوں کی شجاعت کا نظارہ تو دکھا
آج ہاں دیکھنے والے وہ تماشا دیکھیں
کہ نہ دیکھا ہو کبھی اور نہ حاشا دیکھیں

آریہ ورت کے ہوں میرے مرقع میں وہ بیر — فرطِ حیرت سے نہیں بکنے والے تھے جو
طفل نوخیز ہو یا بالغ ہو جوان ہو یا پیر — سب کو آجائے نظر قدرتِ اللہ قدیر
دیکھیں آنکھوں سے کہ حالت تھی ہماری کیسی
سُورما کیسے تھے صورت تھی ہماری کیسی

اے قلم تجھ کو سُنا میں نے ہے اعجاز بیان — تیرا جادو ہے کلام اور تیرا سحر بیان
میں جو لکھوں تو مضامین میں ہو وہ شوکت شان — مرحبا مرحبا کہنے لگیں سب پیر و جوان
رزم اور بزم کی تصویر نظر میں پھر جائے
آنکھ سے مرتبہ نظم ثریا گر جب تے

اے قلم جا کے حسینانِ معانی کو اُڑا — پڑھنے والوں کو پرستان کا نظارہ دکھلا
ایک سے ایک ہوں بیتے میں نہایت اعلیٰ — اے قلم تیرا رہے بول جہاں میں بالا
جو سُنے وہ کہے تقدیر اسے کہتے ہیں
جو پڑھے وہ کہے تحریر اسے کہتے ہیں

سورج نرائن مہر



آلھا کھنڈ

پہلا گیت

نولکھا ہار

بکسر ایک خوشنما اور خوبصورت مقام ہے۔ جو لوگ ... گنگا کے کنارہ واقع ہے۔ یہاں دو رقیب خاندان رہتے تھے۔ جن میں سے ایک ہندو اور ایک مسلمان تھا۔ ہندو چار بھائی تھے۔ جن کے نام وہتی مل۔ توڑر بچھراج اور دیشیش یا راج تھے۔ یہ سب کے سب دلیر بیر شیم اور بہادر تھے اور موقع ملنے پر شیر کی طرح آنکھ نکال لینے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ مسلمان خاندان میں نو بھائی تھے۔ علی۔ علامت۔ دریا خان جان بیگ۔ سلطان۔ میاں لشتاپت۔ کارے خاں اور کلیان یہ بھی البتہ ہندو رقیبوں کی طرح شجاع۔ عالی ہمت اور جانباز تھے اور جس وقت میدان یا جنگل میں خم ٹھونک کر نعرہ مارتے تھے مست ہاتھی کا کلیجہ دہل جاتا تھا۔ ان کے گھرانے کے لوگ سیاہ کپڑے پہنتے تھے۔ اور سیاہی رنگ کے گھوڑے ان کی ران کے تلے رہتے تھے۔ ہندو بناپھر رائے اور مسلمان عام طور پر میرا تاہن کے کمار کہلاتے تھے ◆

ان کے درمیان زمینداری کے متعلق لڑائی ہو پڑی۔ قریب تھا

کہ خون خرابے کی نوبت آجاتی۔ مگر ان میں جو ذرا سمجھ دار تھے کہنے لگے آپس میں کٹ مرنا فضول ہے۔ بکسر مہاراجہ جے چند والئے قنوج کا علاقہ ہے جب ہمارا راجہ موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہم کیوں اس کے دربار میں فریادی ہو کر نہ جائیں۔ اور اس کے فیصلے کو قطعی سمجھ کر اس پر راضی نہ ہوں*

سب نے یہ رائے پسند کی اور اسی وقت چودہ آدمیوں کی مسلح جماعت بکسر سے قنوج کی طرف روانہ ہوئی۔ راہ میں مہوبا نہ چندیل کشتریوں کی راجدھانی واقع تھی۔ چونکہ مہوبا نہ سے قنوج کی طرف سیدھی سڑک گئی ہوئی تھی۔ یہ اسی کیطرف جازم ہوتے۔ مہوبا کے قریب پہنچ کر یہ کسی شخص سے قنوج کی راہ پوچھنے لگے اس نے راستہ تو بتا دیا۔ مگر ان نوجوانوں کی خاص وضع کو دیکھ کر تعجب سے کہنے لگا۔ "بھائی! تم لوگ کیوں و کس مطلب سے قنوج جا رہے ہو؟"

میرا تا اہن کے کمار وں نے جواب دیا۔ "ہمارے درمیان زمین کے معاملہ میں لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم اپنے راجہ کے پاس جا رہے ہیں تاکہ وہ انصاف کرے۔ اور ہم ناحق کے جھگڑے سے نجات ملے" وہ آدمی دل کا نیک تھا۔ کہنے لگا۔ "بھائی! تم ناحق قنوج جا رہے ہو۔ وہ دراز کا سفر ہے۔ اور کہیں مہینوں بعد تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ گے۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ تم اپنے معاملہ کو راجہ پرمال کے سامنے پیش کرو۔ وہ جے چند کا نائب ہے۔ ہر دو فریق کے عذر و معذرت کو سن کر انصاف کر دیگا۔ اور تم مفت کی تکلیف سے بچ گئے"

بات معقول تھی۔ فریقین نے مان لی۔ اور پھر وہ راجہ پرمال کے محل کیطرف چل نکلے۔ ان بانکپن کی شان کو دیکھ کر مہوبے کے باشندوں میں دھوم مچ گئی۔ ہر جگہ انکی خوبصورتی اور دلیری کا چرچا ہونے لگا۔ اور جب وہ شاہی محل کے قریب پہنچے۔ چوبدار نے انکو راجہ کے سامنے پیش کیا۔ اور سلام مجرا کے بعد اُن کو ٹھیرنے کا حکم دیا گیا۔ اور کھانے پینے کا مناسب سامان مہیا کر دیا گیا* دوپہر کے وقت جب کھانے پینے سے فارغ ہو کر تھکے ماندے مسافر آرام کی غرض

سے لپٹ گئے۔ لڑائی کے باجوں کی آواز کان میں پڑی۔ سب کو سُنکر سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ مہوبا میں ان دِنوں ہر طرح سے امن و امان تھا اور کسی دشمن کا خوف یا کھٹکا نہیں تھا۔ راجہ پرمال کو خود تعجب ہوا۔ بنا پھر بلے اور امبرتا آہن کے کمار بھی متحیر تھے۔ وہ اس کا سبب پوچھنے لگے۔ کہنے والے نے جواب دیا۔ "مہاراج! مانڈو دیش کا راجہ جیسے راج ہے اس کا لڑکا کر نگار ائے کہلاتا ہے۔ دسہرہ کی تقریب میں جب یہ راج کمار گنگا سنان جانے لگا۔ اس نے اپنے گھر کی ایک ایک استری سے پوچھا۔ "تمہارے لئے کیا چیز لیتا آؤں؟ اوروں نے تو اپنے اپنے مزاج و خواہش کے موافق معمولی تحفہ تحایف کی درخواست کی۔ مگر اس کی بہن راجکماری وجینی نے نو لکھا ہار مانگا۔ کر نگار ائے نے ہر شخص کے لئے اس کی فرمایش کا سامان خرید لیا۔ مگر نو لکھا ہار کہیں نہیں ملا۔ وہ دِل میں اداس تھا۔ کیونکہ بہن کی خواہش کو پوری نہ کرنا کشتریوں میں نہایت رسوائی و بدنامی کی بات سمجھی جاتی ہے گنگا سنان کے بعد اس نے اوروں کے تحفے بھجوا دیئے تو وہ گھر نہیں گیا۔ عرصہ تک نو لکھا ہار کی تلاش میں پریشان تھا۔ آخر مایل نامی اردلی کے راجکمار نے اسکا حال سُنکر کہا۔ "نو لکھا ہار میری بہن ملن دیئی کے پاس ہے۔ جو مہوبا کے راجہ پرمال کی رانی ہے۔ مہوبا آجکل لڑاکے کشتریوں سے خالی ہے۔ کسی میں اتنی بھی جرأت نہیں ہے کہ ایک منچلے راجپوت کے مقابلہ کا دم مار سکے۔ اگر تو ذرا ہمت سے کام لے سکے تو نو لکھا ہار بہ آسانی ہاتھ آسکتا ہے۔" یہ سُن کر کر نگار ائے نے مہوبے پر حملہ کرنے کی دِل میں ٹھان لی۔ اور یہ نقارہ کی آواز اسی کی فوج کی ہے۔"

جس وقت بکسر والوں نے یہ حال سُنا۔ اِن کی تیور بدل گئی۔ چاروں راجپوت اور لونڈیں کمار اسی وقت اپنی جگہوں سے اُٹھے۔ اور ضروری ہتھیاروں سے مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ شہر کی گلیاں ان کے

پہلا گیت

گھوڑوں کے ٹاپ کی آواز سے گونج اٹھیں۔ کرنگار اٹے کے ساتھی شہرپناہ
کے قریب آرہے تھے۔ ان نوجوانوں سے راہ میں مڈبھیڑ ہوئی۔ جھوپا کے راجپوت
بھی اجنبی آدمیوں کو اپنی مدد پر پاکر ان کے ساتھ ہوگئے۔ ہر دو طرف کے راجپوت
اِس طرح لڑائی میں ایک دوسرے سے ملے۔ جیسے دو مخالف سمت کے سیلاب
باہمدگر ٹکراتے ہیں۔ لوہے سے لوہا بجنے لگا۔ تلوار و بجلی کڑک کی صدا سے بزدل
سے بزدل آدمی کے دل میں جوش پیدا ہوجاتا تھا۔ ہنہناتے ہوئے گھوڑے
بےخوفی سے میدان میں کودتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

جدھر بناپھر رائے جھکتے پرے کے پرے صاف ہوگئے۔ جس طرف تیر ان
کے کماروں نے اپنا رخ کیا۔ دشمنوں کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ میدان
مردوں کی لاشوں سے پٹ گیا۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ مانڈو کے
بہت سے سردار کام آگئے۔

اس روز دیش راج و بچھ راج نے علی الخصوص بڑا کام کیا۔ دشمنوں
کی ان کی تلواروں کے سامنے کچھ پیش نہیں گئی۔

بیکار تھیں اعدو کی کمانیں دم بیکار — آفت کا نشانہ تھے وہ کجبار خطا کار
چلتوں کو اوڑاتی تھی جوہر وا میں تلوار — حیرانی سے منہ کھولے رہ جاتا تھا سوفار
پامال سر اک ظالم سرکش نظر آیا
نہ تیر نظر آئے نہ ترکش نظر آیا

دشمن سخت گھبرائے ان کی بہت بڑی تعداد ماری گئی۔ جو بچے کھچے تھے
بھاگ نکلے۔ بکسر کے نوجوانوں کی ہمت اور تیغ زنی کو دیکھ کر دشمن بھاگے
جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

کیا کوئی لڑ سکے گا یہ آفت کی فوج ہے
شکر کی ہیں صفیں کہ سمندر کی موج ہے

دوسرا گیت

شادی اور غمی

کرنگا رائے کے ساتھی بھاگ نکلے جب وہ مہوبا سے کچھ دور فاصلہ پر نکل آئے۔ ایک جگہ ٹھہر کر دم لیا۔ راجکمار نے کہا "دوستو! میں نے سخت نادانی کی۔ یہ لڑکپن کا کام کبھی قابل معافی نہیں ہو سکتا۔ چندیل قنوج کے سرداروں میں ممتاز ہے۔ ہم لوگ بھی اسی سلطنت کے ماتحت ہیں۔ ہماری اس غلطی کا انجام آئندہ کیا ہوگا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" ایک ساتھی نے کہا "چلو مانڈو دیش واپس چلیں۔ وہاں راجہ سے آئندہ کارروائی کرنیکی صلاح لیں گے" کرنگا رائے بولا "میں اس رائے کے بالکل برخلاف ہوں۔ اول تو میں نے بہن کو قول دیا ہے کہ نولکھا ہار لاکر تجھ کو دوں گا۔ وہ اب تک ملا نہیں۔ بغیر اس کے جانا ممکن نہیں ہے"

رگھوکُل ریت سدا چلی آئی
پران جائیں پر بچن نہ جائی

ذرا سوچو تو سہی جب بہن پوچھیگی بیرا! تو نولکھا ہار لایا تو میں کس منہ سے کیا جواب دوں گا۔ دوسرے ہم نے میدان جنگ میں شکست کھائی ہے۔ گھر میں چل کر کیا منہ دکھاویں گے۔ کشتری ماتا کو اپنے بیٹے کی شجاعت پر ناز رہتا ہے۔ بہن بیر یعنی اپنے بھائی کو شیر سے کم ہمت والا نہیں سمجھتی۔ راجپوت استریاں اپنے شوہروں سے صرف اسوقت مخاطب ہوتی ہیں جب وہ میدان سے کارنمایاں کرکے واپس آتے ہیں۔ میں تو اب اس وقت گھر نہ جاؤنگا جب تک نولکھا ہار کے ساتھ اپنے مقتول ساتھیوں کے خون کا بدلہ نہ لے لونگا۔ کہو تمہاری کیا رائے ہے"

سارے کشتری یکزبان ہو کر بولے۔ "ہم کو خوشی ہو یا غمی اپنے سردار کیساتھ ہمیشہ شریک رہتے ہیں۔ جو آپ کا حکم ہو۔ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ ہم میں سے کسی کو لوہے کے برتن میں کھانا۔ خواہ سیاہ کپڑے پہن کر بزدل کے نام سے پکارا جانا پسند نہیں ہے"۔

کرنگا رائے نے کہا۔ "بہت اچھا۔ بہتر ہے۔ آج سے ہم پہاڑوں کے درّوں میں رہ کر موقع کے منتظر رہیں۔ اور تکلیف و مصیبت کی زندگی بسر کرتے ہوئے دشمنوں کے حال سے واقفیت پیدا کرتے رہیں جس وقت ان کو غفلت میں دیکھیں اسی وقت جس طرح ہو سکے۔ اپنا کام نکالیں اس کے بعد پھر گھر کا خیال کریں"۔

سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور حوصلہ مند کشتریوں کی وہ جمعیت برسوں تک اپنے مقصد کو نگاہ کے سامنے رکھکر وہاں سخت تکلیف کی زندگی بسر کرتی رہی۔

یہ ایک فریق کا حال ہے۔ مہوبا والوں کا قصہ سنیئے جب کرنگا رائے بھاگ گیا۔ چندیلوں کی جان میں جان آئی۔ رانی ملن دیوی نے پرمال کو بلا کر کہا۔ "یہ چاروں راجپوت بلا کے لڑاکے ہیں۔ تم کو لازم ہے۔ ان دلیر راجپوتوں کی قدر کرو جس راجہ کے پاس بہادر و جان نثار سپاہی نہیں ہیں یا جس کے وزیر لائق نہیں جس کا قلعہ مضبوط نہیں۔ جس کی رعیت خوش نہیں اور جس کا خزانہ بھرا نہیں رہتا۔ وہ اگر آج نہیں تو کل ضرور تباہ ہو جائیگا۔ راجن! تم اپنی رانی کے مشورہ کو سنو اور کسی طرح ان کو یہاں سے جانے نہ دو۔ محبت سے مال سے زر سے علاقہ سے جاگیر سے۔ خوشامد سے۔ چالاکی سے ان کو اپنا بنا لو۔ ایسے شیر مرد روز نہیں ملتے۔ اور یہ مہوبے کی تختگاہ کے زبردست ستون ثابت ہونگے"۔

راجہ نے رانی کی صلاح کو پسند کیا۔ جب دشمنوں کے بھاگ جانے

پر دربار منعقد ہوا۔ چاروں کشتری اور نو پٹھان سب حاضر کئے گئے۔ اور جب ان کی دلیری کے کارنامے سُنائے جانے لگے۔ راجا نے ایک ایک کو خلعت دیا۔ اپنی خوشی ظاہر کی۔ ان کے مقدمہ کو سُنا اور۔ ان کو خاطر خواہ فیصلہ سُنا کر کہا ''ہم تمہاری دلیری کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے مبارک ہے وہ ماں جس کی کوکھ سے ایسے شاندار جواہر برآمد ہوئے۔ مبارک ہے اس نفس کش باپ کا دماغ جس خزانہ سے یہ دولت نکل کر دُنیا کے تعجب و حیرت کا باعث ہوئی۔ اور سب سے مبارک میں ہوں۔ کہ جس کے راج کو تم ایسے نیک دلیر اور جانباز کشتریوں نے رونق بخشی اور مقدمہ فیصل کرانے کے لئے میری مدد کی درخواست کی۔ راجپوتو! کہو کیا کہتے ہو۔ اور میں تمہاری رضامندی کو مقدم سمجھوں گا۔''

اور اسی وقت چاروں راجپوت اور نو پٹھان تمکنت سے اُٹھے۔ تین مرتبہ شاہی تخت کو بوسہ دیا۔ اور دیش راج نے ان سب کے پیشوا کی حیثیت میں سر جھکا کر راجہ سے کہا۔ ''مہاراج کی جے ہو! ہم سب لوگ آپ کی رعیت ہیں۔ آپ کا جو حکم ہو اس سے کبھی باہر نہیں ہو سکتے۔ حضور نے بڑی بندہ نوازی فرمائی۔ ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا! مگر ہماری قسمت تھی جس نے لڑائی جھگڑے کے بہانے ہم کو اس دربار تک پہنچایا۔ اور ہمارے رتبہ کو اس حد تک بڑھا دیا۔

رفعت کا اپنے فرش سے قُل عرش تک گیا
لو آج خاک کا بھی ستارہ چمک گیا

ہمارا سر حاضر ہے۔ جو حکم ہو ہم کبھی عدول نہیں کر سکتے۔ آپ ہمارے باپ رانی ملن دیوی ماں ہے کون ناخلف اولاد ہو گا جو راجہ۔ گو رو ماں باپ کا حکم نہ مانے گا۔''

پرمال بولا ''کشتریو! مجھ کو تمہاری ذات سے ایسی اُمید تھی۔ دیش راج

اور بچھراج ! تم دونوں کو ہم مہوبے کے انتظامی معاملات کے مشیر مقرر کرتے ہیں۔ میرا آنا لہن اسکے دلیر بیٹو ! تم کو فوج میں منصب عطا کیا جاتا ہے" ! ایک مرتبہ پھر شکریہ میں سب نے اپنا سر جھکایا۔ اور اس دن سے یہ لوگ مہوبا میں ہنسی خوشی سے رہنے لگے۔

رانی ملن دیوئی کو پھر بھی ان کی نسبت اطمینان کم تھا۔ اسوجہ سے نہیں کہ وہ اپنے قول سے پھر جائینگے۔ اور کسی دوسرے راج میں آباد ہونگے بلکہ کشتری کی نسبت کبھی ایسے شبہ نہیں کئے جا سکتے۔ وہ چاہتی تھی۔ ان سب کی شادی ہوجائے۔ تاکہ وہ مستقل طور پر وہاں بودو باش رکھیں۔ پرمال کا مشورہ لے کر رانی نے پروہت اور حجام کو گوالیر میں راجہ دلیپت کے یہاں بھیجا۔ اور جب ان لوگوں نے اس سے جاکر کہا کہ "پرمال اور اسکی رانی نے تمہاری دو کنواری لڑکیوں کے لئے دو بڑے اپنے نوجوان مصاحبوں میں منتخب کئے ہیں اور وہ اصل و نسل سے کشتری ہیں"۔ راجہ نے بخوشی خاطر منظور کرلیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں بعد پرمال بارات لے کر گوالیر پہنچا۔ دیشراج کی شادی تو دیول دیوی سے ہوئی۔ جو گوالیر کی بڑی شاہزادی تھی۔ اور بچھراج کو چھوٹی لڑکی بیاہی گئی۔

جب پرمال بارات لیکر واپس آیا۔ ملن دیوی نے خود بڑی محبت اور بے تکلفی سے دونوں نئی دولہنوں کو پالکی سے اُتارا۔ خود ہی ان کا پرچھن کیا۔ اور ساس کی حیثیت میں آرتی وغیرہ کے رسم ادا کئے۔

جب دولہنیں رنگ محل میں آئیں۔ رانی نے ان کے رہنے کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے مقرر کر دیئے۔ اور خوش ہو کر دونوں بہوؤں کو دو قیمتی ہار پہنائے انمیں سے ایک وہی نولکھا ہار تھا جس کے لئے لڑائی ہوئی تھی۔ یہ دیول کے حصے میں آیا۔ اور رانی نے دُلہن کے کان میں جھک کر کہا۔ " بیٹی ! اسی نولکھا ہار کی بدولت مجھ کو دیشراج کے ایسا سپوت ملا۔ اور میں یہ تجھ کو بخشتی ہوں۔

دیول دیوی سارے قصّے سے واقف تھی۔ اس نے رانی کا پاؤں پکڑ کر کہا ۔
"ماتو شری! میں تیری مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی لیکن اس بات کا یقین دلاتی ہوں۔ جب کبھی مہوبا کو ہماری خدمت کی ضرورت ہوگی ۔ ہمارے شوہر اور ہماری اولاد کے قدم سب سے آگے پڑینگے۔ دکھ میں سکھ میں عزت میں بے عزتی میں دولت میں مفلسی میں دیول دیوی کبھی ملن دیوی کے احسان کو دل سے نہ بھولے گی۔ اسکے لڑکے انگارے بنکر ہمیشہ پرمال کے دشمنوں کو جھلستے رہینگے
ملن دیوی تعجب سے اس نئی بہو کے منہ کو دیکھنے لگی۔ اور خوش ہو کر بولی۔ "جو بات تو نے مجھ سے کہی ہے۔ کبھی کسی نئی دلہن نے نہیں کی۔ تو اصلی کشتر انی ہے۔ اسمیں شک نہیں تیری کوکھ کے لڑکے شیر بچے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھ یہ قول یہ پیمان کتنے مشکل ہیں۔ ممکن ہے۔ تو اپنی ذات پر بھروسہ رکھ سکے ۔ لیکن مردوں پر حاوی رہنا آسان کام نہیں ہے!"
دیول دیوی ہنسی "سچ ہے۔ لیکن وہ استری نہیں ہے جو اپنے شوہر اور اولاد کو قابو میں نہیں رکھ سکتی۔ میں نے اپنی طاقت کو جانتی ہوں۔ اور رانی کو کبھی شکایت کا موقع نہ ملے گا!"
ملن کی مراد بر آئی۔ مہوبا کی خوش قسمتی! کہ اس کو ویسے پاک و ہمت والے آدمی مل گئے۔ کئی دن تک اس شادی کی تقریب میں جشن ہوتے رہے۔
دلیر اور جانباز کشتریوں نے اپنی دلیری سے مہوبا کے راج کو وسعت دی گونڈوں کو فتح کیا۔ چندیری کے قلعہ کو تسخیر کیا۔ منڈول کو نیچا دکھایا۔ دلیوان کو زک پہنچائی۔ اور مہوبا جو پہلے اس قدر کمزور سلطنت تھی۔ ان کی کوشش سے کچھ کی کچھ بن گئی۔
کئی سال بعد دیول دیوی کے بطن سے آلھا اور اودل پیدا ہوئے۔ برہادیوی سے جو لڑکے پیدا ہوئے وہ ملکھان اور سوکھا کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ملن دیوی کا لڑکا برہمہ۔ رنجیت کہلایا۔ ھمبیم کا لڑکا دیوا تھا۔ جو آئندہ

زندگی میں دیول کا ساتھی بنا رہا۔

جب ان سب کی اولاد ہوگئی اور محل میں زیادہ بھیڑ بھاڑ رہنے لگی ملن دیوی نے پرمال سے مشورہ کرکے اِن دونوں بھائیوں کو جاگیریں جدا عطا کئے۔ اور چونکہ اب ان کی مستقل سکونت کی نسبت کامل یقین ہوگیا تھا۔ اِن کے رہنے کے لئے وش ہری پور میں نیا محل بنوایا گیا۔ اور دونوں اپنی اپنی بیویوں کو لے بخوشی تمام اس میں جاکر مسکن پذیر ہوئے۔ مگر افسوس! وش ہری پور کا رہنا اِن کے لئے مبارک نہیں ثابت ہوا۔

جس وقت مہوبا اپنی عظمت و شان و شوکت کو بڑھا رہا تھا کہ نکالے گئے کشتریوں کی جماعت پہاڑوں میں بڑی دقت و تکلیف کیساتھ دن کاٹتی تھی۔ غریبوں کو کھانا پینا بمشکل میسر آتا تھا۔ جسم کے کپڑے سڑگل گئے تھے مگر انمیں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس نے اپنے سرداروں کی ناروائی کی شکایت کی ہو۔ خواہ اسکا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔ کتنے آدمی اس جلاوطنی کی حالت میں مر گئے۔ مگر جان نکلتے وقت بھی کسی کو اپنے گھر بار کا خیال نہیں آیا۔ سب کے دلوں میں ایک خیال نے تصرف کر رکھا تھا۔ سب کا رُخ ایکطرف تھا۔ اور گو وہ جانتے تھے مہوبا پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہے۔ مگر ان کے دلوں میں کمزوری نہیں آئی۔ نوجوان لڑکوں کے چہرہ پر داڑھی مونچھ نکل آئی۔ جوان بوڑھے ہوگئے۔ کئی بوڑھے مر بھی گئے۔ مگر کسی نے ہمت نہیں ہاری۔ سب ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے ؏

پپیہا پن کو نا تجے تجے تو تن بیکاج
تن چھوڑے کچھ نہیں پن چھوڑے ہے لاج

اِن کے جاسوس ملک کے مختلف حصوں میں رہ کر سارے حالات پہنچایا کرتے تھے۔ اور اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ جانتے تھے۔ نولکھا ہار کہاں اور کس کے پاس ہے ؏

ایک دن بھادوں کے مہینے میں رات کے وقت جب آسمان پر گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا۔ موقع دیکھ کر دلیر کشتریوں کا گروہ وشن ہری پور پہنچا۔ پانی چھم چھم برس رہا تھا۔ ایسی حالت میں کس کو خیال رہتا ہے کہ دشمن حملہ آور ہوں گے۔ سب بے خبری کی نیند میں چور تھے۔ صرف گڑھی کے پھاٹک پر البتہ دو ایک سپاہی جاگ رہے تھے۔ کشتریوں نے قلعہ کے پیچھے سے چڑھنے کا ارادہ کیا۔ اور عمیق خندق کو پار کر کے کمند کے ذریعوں سے وہ دیواروں پر چڑھ گئے۔ اور پھر آہستگی سے جاسوسوں کی مدد سے ان جگہوں میں جا پہنچے جہاں دلیراج دبچھ راج سو رہے تھے۔ نولکھا ہار کو سوتی ہوئی رانی کے گلے سے اتار لیا۔ دل میں آیا۔ کہ دلیراج وبچھ راج کو اسی حالت میں ہلاک کر دیں۔ کیونکہ ان ہی کے ہاتھ سے ان کے دوست و احباب مارے گئے تھے۔ خون کا بدلہ نہ لینا نادانی تھی۔ مگر نہیں راجپوتی خون نے جوش مارا۔ نہیں سوتے ہوؤں پر صرف بزدل ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ کرنگا رائے نے دونوں کو جگا دیا۔ یہ تلوار لیکر جھپٹے مگر پھر بھی نیند میں چور تھے۔ سنبھل نہ سکے۔ اور ان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب سردار مارے گئے۔ ایک شخص نے صلاح دی کہ ان کے لڑکوں کو بھی ذبح کر دیا جائے۔ اور بلا شور و غل کے قلعہ سے نکل چلیں۔ مگر کرنگا رائے نے اس کو پسند نہیں کیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "خبردار! کسی عورت اور کمسن لڑکے پر ہاتھ نہ چلانا۔ یہ کشتریوں کا طریقہ نہیں ہے"۔ اور سب اس کا حکم سنکر اپنے ارادہ سے باز آئے۔

اس عرصہ میں قلعہ والے بیدار ہو گئے۔ کرنگا رائے کے آدمیوں نے ان میں سے بہت بڑی تعداد کو تہ تیغ کیا۔ اور پھر جا بجا محل کے اندر آگ لگا کر جس راہ سے آئے تھے۔ اسی راہ سے چلے گئے۔

نولکھا ہار کے آنے سے مانڈا میں بڑی خوشی منائی گئی۔ اور مرد و

شہد کی مکھی سے ... کہ ... بات ہے کہ جو نصیحتیں ہم کو ... بچپن سے سبق دیا
ہے ہمیشہ ... ان کو ... سے ... کر اُن کی نصیحتوں پر عمل کیا جاتا ہے

تیسرا ایکٹ

اودوں کی بہادری

ہمیشہ ہو محنت کا یہ ... تمہارا
سب ان سے ... کو ہی نکلیں یہ سارا
کہ ... چھوٹے اگر ... تیری ہو
رہو ساتھ ... مت ... ہو

وہاں ایک جنگل میں کچھ اودے تھے۔ چند سال سے یہ بہت ... اور ... پر رہتے ... گئے۔ مگر ان کی اولاد اب تک زندہ تھی۔ ان میں بیٹے ... کے تمام ... اور ... تھے ... کر رہتے تھے۔ جب چھوٹے چھوٹے ... پر ہوا ... ان ... سیر و شکار کو نکلتے۔ ان کی وضع ... اور ... دیکھ کر لوگ حیرت ... ہوتے تھے۔ ... اور بہت ... سے ... بہت ... اور دلیر یا ... تھے۔ ... کا ... ان کے ساتھ رہتا تھا۔

ایک دن ... کے ... ایک ... کی غرض سے جنگل کو گئے
... اور ... کی آہٹ ... کو ... پریشان رہے۔ ... نہیں آئے ... سب ... کر واپس چلے گئے۔ مگر اودوں کو ... ...

گھر آنا ناگوار تھا۔ اس نے دل میں سوچا میں کشتری کا لڑکا ہوں۔ اگر آج شکار لئے بغیر گھر گیا تو میرا دل کمزور ہو جائیگا۔ پھر آئندہ ہمت کے پست ہونے کا خوف ہے۔ چلو بھائیوں کا ساتھ چھوڑو شکار لا کر ان کو دکھاؤں کہ کشتری پتر بغیر اپنا کام کئے ہوئے واپس نہیں آتے۔"

اودل کے دل میں تنہائی کا ذرہ بھی خوف نہیں تھا۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ وہ ہوا ہوا۔ تھوڑی دیر میں ایک ہرن اس کے آگے بھاگتا ہوا نظر آیا۔ وہ اس کے پکڑنے کے خیال میں اس کے پیچھے پیچھے گھوڑے کو دوڑاتا رہا۔ یہاں تک کہ بہت دور نکل آیا اور ہرن ہاتھ نہیں لگا۔ کئی میل طے کرنے پر سامنے ارئی کے راجہ ماہل کا باغ ملا۔ جس کی دیواریں قد آدم اونچی تھیں۔ ہرن چھلانگ مارتا ہوا باغ میں داخل ہوا۔ اور دوسرے لمحہ میں کمسن نوجوان کی تلوار نے اچھلتے ہوئے ہرن کے کلیجے میں اپنی جگہ کر لی۔

باغ کی کیاریاں گھوڑے کی ٹاپ کی وجہ سے خراب ہو گئی تھیں۔ کئی چھوٹے موٹے درخت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ مالی نے مزاحمت کی اودل نے کہا "خبردار! ہوش درست رکھ کر بات کرنا۔ ورنہ یہ خنجر ابھی تمہاری گستاخی کی سزا دے گی۔"

مالی خاموش ہو گیا۔ اور بانکا راجپوت شکار کو لے کر وہاں سے روانہ ہوا۔ راہ میں کمسن عورتیں ایک کنوئیں پر پانی بھر رہی تھیں۔ اس کی سج دھج کو دیکھ کر سب حیرت میں آگئیں اور ہنسی دل لگی کرنے لگیں۔ ایک نے مسکرا کر پوچھا "تم کون ہو؟" اس نے جواب دیا "میں مہوبے کا اودل سنگھ ہوں۔" دوسری لڑکی نے کہا "یہ تیر کمان جو تم لئے ہو۔ کچھ کام بھی کرتے ہیں یا محض کھیل کے لئے ہیں؟" اودل کو یہ دل لگی پسند نہیں آئی۔ اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس کے ایک

کندھے سے گلیلا بندھا ہوا تھا۔ ہاتھ میں سے کر مارے گولیوں کے عورتوں کے تمام گھڑوں کو پھوڑ کر کہنے لگا۔ یہ گلیلا تو اس طرح کھیل کی چیز ہے اس سے میں شریر لڑکیوں کے گھڑے توڑ دیتا ہوں۔ اور یہ تیر و کمان شکار یا دشمن سے مقابلہ کے لئے ہیں۔ اگر کوئی مرد یہاں ہوتا تو میں جواب دیتا تم عورت ہو کیا کہوں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہوا۔

راہ میں ماہل کا مالی ملا جو مسلح ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑکے کو پکڑنے کے ارادہ سے چلا آرہا تھا۔ لڑکے نے کہا۔ "خبردار اس طرف نہ آنا۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔" مالی نے کہا "ہم تم کو راجہ ارئی کے یہاں پکڑ کر لے جائیں گے۔ وہ تمہاری گستاخی کی سزا دیگا۔" اودل نے پھر اس کو زیادہ بات چیت کا موقع نہیں دیا۔ اس کی کمان سے لہراتے و سنسناتے ہوئے سانپ کی طرح کئی تیر نکلے اور مالی معہ اپنے تمام ساتھیوں کے فرش زمین ہو گیا۔ مگر مرتے مرتے اتنا کہہ گیا کہ "دیکھو جس طرح تمہارے باپ کا سر کاٹا گیا تھا۔ ویسے ہی تمہاری بھی گت بنے گی۔" اودل نے پھر وہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنا مصلحت نہیں سمجھا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ ہوا سے باتیں کرتا ہوا گھر کی طرف لپکا۔

یہاں سب پریشان ہو رہے تھے۔ لڑکے کو دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی۔ اور جب اودل نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ سب کو اس کے بانکپن اور بہادری کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ دیول دیوی نے بیٹے کی بلائیں لیں چھاتی سے لگایا۔ اور سمجھانے لگی اب ایسی غلطی نہ کرنا۔ جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب کمسنی کے زمانہ میں اس طرح نڈر ہو کر دشمن کے ملک میں چلا جانا۔ بہت خطرناک ہے۔

مہوبے میں اودل کے تھوڑی ہی دیر بعد ماہل ارئی کا سردار بھی

راجہ پرمال کے پاس پہنچا۔ پرمال نے اس کی آؤبھگت کی۔ اور ... آداب کا برتاؤ ہوچکا۔ ماہل نے پرمال سے کہا" مہاراج! دیش راج کا لڑکا اودل غضب کا دلیر اور جانباز ہے۔ آپ کو خیال رکھنا چاہئے۔ اس کی وجہ سے سخت لڑائیاں برپا ہونگی۔ یہ جس وقت سنے گا کہ مانڈو کے راجہ نے اس کے باپ کو سرد مہری سے مارا ہے اور اس کا سر دیوار پر لٹکایا گیا تھا۔ وہ بدلہ لئے بغیر نہ رہیگا۔ اور مہوبا کے امن وامان میں فرق آجائیگا۔ اور خون کی نہریں ہر چہار طرف بہ نکلیں گی"۔

جب یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اتفاق وقت اودل اپنی ماں سے ملکر راجہ کو سلام کرنے آیا۔ ماہل کے آخری لفظ اس کے کان میں پڑ گئے اس نے راجہ کے پایہ تخت کو بوسہ دیکر مؤدبانہ لہجہ میں پوچھا۔" مہاراج! میرے باپ کو کس نے سرد مہری سے قتل کیا؟" پرمال متحیر ہؤا۔ وہ بات بنا کر کہنے لگا۔" بیٹا فرمائیے! بارہ برس گزرے تمہارا باپ سلہٹ کے میدان میں مارا گیا۔ اس بہادر کے قتل کرنے کی کس میں طاقت تھی"۔ ماہل نے بھی اسی بات کی تائید کی۔ مگر کمسن لڑکے کو اعتبار نہیں آیا۔ وہ راجہ کو سر جھکا کر پھر اپنے گھر واپس آیا۔

دیول دیوی کو تعجب ہؤا۔ اس نے پوچھا۔" تو کہاں گیا تھا۔ اور کیسے جلدی واپس آگیا؟" اودل جس کی آنکھیں غصہ سے لال پیلی ہو رہی تھیں بولا۔" ماتا! میں راج دربار میں گیا تھا۔ وہاں ماہل راجہ سے میرے باپ کے قتل ہونیکا تذکرہ کر رہا تھا۔ مجھ کو دیکھ کر دونوں خاموش ہوگئے اور باوجودیکہ میں نے ان سے سوال کیا۔ مگر کسی نے اطمینان بخش جواب نہیں دیئے۔ اس لئے میں تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تجھ سے اصلیت کا پتہ دریافت کروں۔ میں جانتا ہوں۔ تو نے محض اس وجہ سے مجھ کو اب تک ناواقف کر رکھا ہے کہ میں کمسن

آؤں اب وقت آگیا ہے۔ کہ میں حقیقت حال سے آگاہ ہو کر باپ کے خون کا بدلہ لوں۔ جب تک میں اپنی تلوار کو باپ کے قاتل کے خون سے رنگین نہ کر لونگا۔ میرے لئے عیش و آرام حرام ہے۔ اگر تو پرمال کی طرح راز کے بتانے میں دریغ کرے گی۔ تو یہی کٹار جو دشمن کا خون پیتی میرے کلیجہ میں گھر کرے گی۔ مجھ کو اسوقت تک اب دُنیا میں چین نہیں ہے۔ جبتک باپ کے قاتل کو سزا نہ دے لوں"۔

لڑکا کمسن تھا۔ دیول دیئی فکر کے دریا میں ڈوب گئی۔ اگر جھوٹ کہتی ہوں تو اودل کو پھر تا زیست میری کسی بات کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر سچ کہتی ہوں تو اس کی ننھی سی جان پر خطرہ لاتی ہوں۔ "گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل" مگر چند لمحہ غور کرنے کے بعد اس نے اسی میں بہتری سمجھی کہ لڑکے کو اصل واقعہ سنا دے اور وہ اسطرح بیان کرنے لگی:-

آدھی رات کا وقت تھا جب دلسراج اور بچھراج تمہارے باپ اور چچا دونوں نیند میں چور تھے۔ مانڈو کا راجہ کمار کرنگا راۓ چوروں کی طرح مکان پر چڑھ آیا۔ سوتے ہوؤں کو تہہ تیغ کیا۔ اور تیرہ شبد ہاتھی۔ پپیہا گھوڑا۔ نولکھا ہار اور تمام مال خزانہ ہمارے گھر سے لوٹ لے گیا۔ اور کتنے آدمیوں کو ناحق مار ڈالا۔ اے میرے لال! میں اُسی وقت سے دُکھ کے سمندر میں ڈوبی ہوں۔ یہ چوڑیاں اُسی وقت سے میری کلائیوں میں پڑی ہیں۔ میں نے قسم کھائی تھی جب تک قاتلوں سے اک خون کا بدلہ نہ لے لیا جائیگا۔ تب تک چوڑیاں نہ اوتاروں گی۔ میں اب تک ایشور سے پرارتھنا کرتی تھی کہ میرے لڑکوں میں کوئی سپوت نکلے اور وہ میرے کلیجے کو اس طرح بدلہ لے کر ٹھنڈا کرے۔ تم اسوقت پیٹ میں تھے۔ اس لئے میں نے شوہر کا ساتھ نہیں دیا تھا شکر ہے تم دُنیا میں میرے لئے اُمید بن کر آئے ہو۔ تھوڑے صبر کرو

ذرا بڑے ہو جاؤ۔ تب دشمنوں سے جاکر بدلہ لینا۔ اُسوقت میں سمندر کا سنان کرکے وہاں ہی اِن چوڑیوں کو اتارونگی"۔
اودل کی آنکھیں لال انگارے کی طرح سُرخ ہو گئیں۔ اس نے ماں کے پاؤں چومے اور کہنے لگا "میری عمر بارہ برس کی ہے۔ میں کمان کا چلہ چڑھانا جانتا ہوں۔ میری تلوار کے ہاتھ کو دوست و دشمن دونوں دانتوں تلے اُنگلی دباتے ہیں۔ کشتری کے لڑکے کو اس سے زیادہ کیا چاہئے۔ تو اب مجھ کو مت رولنا میں باپ کا بدلہ لئے بغیر نہ مانوں گا"۔
دیول اپنے بیٹے کا مزاج پہچانتی تھی۔ اس نے خود اس طرح تعلیم دی تھی۔ کہ ان میں مضبوطی اور استقلال پیدا ہو۔ اس نے اُسی وقت اُٹھکر اودل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس کو وہاں لے آئی۔ جہاں آلہا۔ ملکھے۔ دیوا میراتا لہن کے لڑکے بیٹھے تھے۔ سب اس کو آتے دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور سر جھکا کر نمسکار کیا۔ دیول نے میراتالہن سے کہا:۔
"دیور دیکھو تمہارا بھتیجا اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے جانا چاہتا ہے میں اس کو تمہارے سپرد کرتی ہوں"۔ مسلمانوں نے ابھی تک دیول کی اس خصوصیت اور عزت افزائی کا اقرار بھی نہیں کیا تھا کہ آلہا نے دیول کو کچھ دنوں کے لئے صبر کرنے کی ہدایت کی۔ مگر اس کو کہاں صبر تھا اس نے غصہ کے لہجہ میں جوابدیا۔ "دادا! لعنت ہے ہماری زندگی پر! باپ کا سر کنگروں پر لٹکایا جائے۔ اور ہم سُکھ کی نیند سوویں وہ کشتری کشتری نہیں ہے جس میں غصہ و خودداری نہیں ہے۔ بہتر ہے ہم مانڈو میں جاکر کٹ مریں۔ ہماری ہڈی و گوشت پوست کو جانور نوچ نوچ کر کھائیں بہ مقابلہ اس کے کہ ہم یہاں اپنے فرض کو بھول کر زندگی بسر کریں"!

آلھا سے پھر کوئی جواب بن نہیں آیا۔ دیول تو محل کے اندر چلی گئی۔ اور یہ سب آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح دشمن کو زک دینا چاہئے۔ ملکھا نے کہا "چار طریقے ہیں۔ جن سے دشمنوں کے مغلوب کرنے میں کام لیا جاتا ہے۔ سام۔ دام۔ بھید۔ ونڈ۔ مگر ہماری حالت سخت کمزور ہے۔ نہ ہم ان کے درمیان حکمت عملی سے تفرقہ ڈال سکتے ہیں۔ نہ روپیہ کا لالچ دے کر ان کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ نہ کھلم کھلا ان سے لڑ سکتے ہیں۔ نہ اپنی طاقت کو دکھا کر مخوف کر سکتے ہیں"۔

دلیا بولا "یہ سچ ہے۔ ہمارے پاس نہ لشکر ہے نہ زر ہے نہ کوئی کرتب ہے مگر عقل سے ہم ان کو زیر کر سکتے ہیں"۔

دلیوا نے جواب دیا "بھیس بدل کر پہلے دشمن کے قلعہ میں داخل ہوں۔ پھر موقع و محل دیکھ کر ان کے قتل کا انتظار کریں"۔

سب نے اس تدبیر کو پسند کیا۔

اس کے پیچھے تھوڑی دیر تک مباحثہ کرنے کے بعد تمام لڑکوں نے فقیرانہ لباس زیب تن کیا۔ ہاتھ میں سونے کے کڑے۔ کانوں میں کنڈل۔ اور سارے جسم پر بھبھوت مل لی۔ ہاتھ میں مالے لے لئے۔ ملکھا کے ہاتھ میں یکتارا تھا۔ آلھا نے ڈمرو کو پسند کیا۔ اودل کو بانسری بجانی آتی تھی۔ دلیوا نے ڈفلی کو ترجیح دی اور میرا تالھن کو سارنگی کا سب سے زیادہ شوق تھا۔ اس طرح ان سب نے ایک نیا سوانگ بنا لیا۔ دل میں شک تھا۔ آیا وہ بھیس بدلنے میں کامیاب ہو سکیں گے یا نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے دیول دے کو دھوکہ دینا چاہا۔

جوگیوں کا اکھاڑہ سوہانی راگ گاتے ہوئے دیش راج کے محل کی طرف سے گزرا۔ انہوں نے ان کو دیکھا عش عش کیا۔ ان کے راگ سنکر در و دیوار وجد میں آ گئے۔ وہ سیدھے محل کے پھاٹک پر آئے۔ اور

جب اِن کے "الکھ" کی صدا سے سارا مکان گونج اٹھا۔ دیول خود دیکھنے آئی اور اِس نرالے سج دھج والے کمسن جوگیوں کو دیکھ کر وہ ہک سی رہ گئی۔ اور وہ تعجب کے لہجہ میں ان سے پوچھنے لگی "دیوتا! تم کہاں سے آئے ہو۔ اور کہاں کا ارادہ ہے۔ میں ہر طرح تمہاری سیوا کے لئے تیار ہوں"۔

یہ سن اُودل مسکرایا "ماتا! ہم یوگیوں نے یہ بھیس اس وجہ سے اختیار کیا ہے کہ اپنے مقصد کو اس کی مدد سے حاصل کریں"۔

دیول اور بھی متعجب ہوئی۔ آواز تو اُودل کی ہے۔ اور یہ وضع یوگیوں کی ہے وہ غور سے دیکھنے لگی۔ اسی وقت سب نے قاعدہ دان سپاہیوں کی وضع میں دیول دیئی کو پرنام کیا۔ تب اس نے ان کو پہچانا اور خوش ہو کر دعائیں دیں۔ اور سب کے سر پر محبت کا ہاتھ پھیر کر بلائیں لیں۔

اس کے بعد نوجوانوں نے اپنے بھیس اُتار دیئے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ جب ماں کی پیار کرنے والی نگاہ کو دھوکا ہُوا۔ تو پھر اور کوئی شخص ان کو پہچان نہ سکیگا۔ اور اس وضع میں رہ کر وہ اپنا کام بنا لیں۔

دوسرے دن یہ سب بانکے راجپوت راجہ پرمال کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور راجہ کو نمسکار کر کے ادب و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔

پرمال نے پوچھا "تم کھڑے کیوں ہو۔ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کیوں نہیں جاتے"؟ آلہا نے جواب دیا۔ "مہاراج کی جے ہو۔ ہم سب لوگ آپ کی اجازت اور آپ کا آشیرباد مانگنے آئے ہیں۔ میرا چھوٹا بھائی اودل سنگھ باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے پریشان ہو رہا ہے۔ مانڈو دلیش جانے کا ارادہ کر لیا گیا ہے۔ ماتا نے حکم دیدیا ہے۔ اب صرف آپ کی اجازت کی دیر ہے"۔

پرمال یہ سن کر دنگ ہو گیا۔ وہ جانتا تھا۔ کسی نہ کسی دن یہ شیر بچے مانڈو دلیش کے راج کو خاک میں ملا دیں گے۔ اور اس کو بھی اپنی

وجہ سے مصیبت اٹھانی پڑیگی۔ اس کے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا۔ پھر سوچ سمجھ کر کہنے لگا۔" کشتری دھرم کٹھن ہے۔ تم اُس پاک فرض سے کبھی رُک نہیں سکتے۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ مگر ابھی تمہارے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے۔ تم ظالم سنگھ مانڈو کے راجہ کا بھلا کیا مقابلہ کر سکوگے۔ نہ تو تم نے توپخانوں کے دھوئیں دیکھے۔ نہ جسم پر گولیاں کھائیں۔ تمہاری عمر سیکھنے اور کھانے کی ہے۔ کیا اودل! تم چند روز اور صبر نہیں کر سکتے؟"

اودل نے سر نیچا کرکے جواب دیا۔" مہاراج! آپ نے جو کچھ فرمایا وہ صرف پدرانہ و بزرگانہ محبت کے خیال سے ہے۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کشتری کا بارہ برس کا لڑکا کیا نہیں کر سکتا۔ کرشن گیارہ برس کے تھے۔ جب کنس کو مارا تھا۔ رام لچھمن نے اس سے بھی کم عمری میں مریچی اور تاڑکا کو مغلوب کیا تھا۔ وہ کشتری تھے۔ ہم بھی تو آخر کشتری ہیں۔ اگر کرشن کی کم عمری میں کال یمن اور جراسندھ کو مار سکتے تھے۔ تو اودل بھی ظالم کو پچھاڑ سکتا ہے۔ آپ حکم دیجئے۔ خاطر جمع رکھئے ہم اپنا کام کئے بغیر آپ کو منہ نہ دکھائیں گے۔"

راجہ کیا جواب دیتا۔ تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "بانکے راجپوتو! تم دیش راج کی بہادری کے وارث ہو جاؤ۔ اپنا کام کرو۔ شاہی اصطبل سے جس قدر گھوڑے درکار ہوں لے لو۔ اور دھوبے کا سلح خانہ تمہارے لئے بہتر ہتھیار مہیا کرے گا۔"

راجپوت پرمال کو سلام کرکے اصطبل میں آئے۔ اور اپنے اپنے لئے گھوڑے منتخب کئے۔ ملکھان نے کبوترا (ابلق رنگ) کو پسند کیا۔ اودل سنگھ نے بیندل پر زین کسوایا۔ بنارس کا سردار امیر تا لہن سرغہ کی پیٹھ پر سوار ہوا اور منوہر نامی گھوڑے پر آلہا نے سواری کی اور دوسرے ساتھیوں نے بھی ان کی پیروی کی۔

جب وہ اس طرح سوار ہو کر چلنے کو تیار ہوئے پرمال نے ان کو وداع کیا۔ اور لشکر کو ساتھ لے جانے کی بھی اجازت دی اور وہ ملن دیوی کے محل میں آ گئے۔

رانی نے ان کی وضع قطع کو دیکھ کر خوشی منائی۔ ملن دیوی کو ان سب واقعات سے پہلے ہی سے خبر تھی۔ دیول دیئی نے اس کو سب کچھ سُنا رکھا تھا۔ اور اس لئے جب وہ اس کے پاس آئے اور تعظیم میں سر جھکایا۔ رانی نے مسکراتے ہوئے ان کو کہا "جاؤ۔ بیٹو! راجا نے تم کو حکم دیا ہے۔ تم ایک بھبھکنے والی آگ کی چنگاری ہو۔ اس طرح تم دشمن کے گھر میں جا کر جل اٹھو کہ اس کا سب کچھ بھسم ہو جائے۔ اور تماشہ دیکھنے والے دُور سے دیکھیں کہ کشتری پن کی آگ میں دشمن کے جلانے اور بھسم کر دینے کی کیسی طاقت ہے۔ تم کمسن ہو۔ یہ سچ ہے۔ مگر موقعہ میں کیا چوٹ کیا نہیں کر سکتے؟

جاؤ بپھرتے ہوئے شیر کی طرح مت کرو دیر مارے تلوار کے سرمت کر ڈالو تم اپنے ڈھیر
سامنے آئے جو جرأت سے کوئی مرد دلیر مل کے تم اسکو شجاعت سے کرو دینا زیر
صف کی صف ساری ہو ل سمار ستمگار کی
بجلیاں فوجوں پہ گرنے لگیں تلواروں کی

دھیان تم اپنے لڑکپن کا نہ کیجو اصلا شیر ہو فیل ہو۔ اسکو ہو ستمکش بہ خدا
نکلو میدان میں بھی دکھلاؤ شجاعت کی ادا جاؤ کرتی رہو نگی حق میں تمہارے میں دعا
کوئی کیا شیروں کی تلوار پکڑ سکتا ہے
دو بدو تم سے بھلا کب کوئی لڑ سکتا ہے

تم کو اس دن کیلئے خون سے ہم نے پالا جاؤ سینہ پہ سہو تیر و سپر پر بھالا
فوج پہ دشمنوں کے جا کے گرا دو پالا اہل ہمت کا مدد گار ہے بار تعالے
لوگ خوش ہو کے کہیں واہ بڑا کام کیا

کیسی جرأت سے لڑے مردوں میں سن نام کیا

عالی ہمت راجپوت رانی کی حوصلہ بخش باتوں کو سن کر اچھل پڑے۔ اودل اور آلھا نے پاؤں چوم کر کہا:۔ ماتا! آٹھ مہینہ کی مہلت مطلوب ہے۔ اس عرصہ میں ہم اپنا کام کر لیں گے۔ اور ان قدموں کو بھی آکر دیکھیں گے"۔ رانی مسکرائی اور یہ اجازت لے کر باہر آگئے۔

چوتھا گیت

مانڈو دیش میں داخلہ

جل سے بل سرکے دہن سے چھتری کرے آپنو کام
بدھ بل پر نثار تھے جنہیں تن کے ہین سہائے تیری رام

کمسن لوگیوں کی جتھا مانڈو میں پہنچی۔ فوج کو موقع سے کسی جگہ چھپا دیا۔ اور آپ گاتے بجاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ راجہ نے سنا کسی جگہ کے فقیر مانڈو میں آئے ہیں۔ تو اس نے ان کو آدمی بھیجکر دربار میں بلا بھیجا سب کے جسم پر کئی تہہ کی گدڑی پڑی تھی اور ان ہتوں کے اندر فولادی تیغ چھپے ہوئے تھے۔ لوگی سامنے آئے۔ اودل کمسن تھا۔ اور لوگیوں نے تو اپنے طریقہ کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ یہ سنبھل نہ سکا۔ راجہ کو سر جھکا کر نمسکار کیا۔ مگر چونکہ داہنے ہاتھ میں بانسری تھی۔ جلدی کی وجہ سے اس نے بائیں ہاتھ سے سلام کیا۔ راجہ کی تیوری بدل گئی۔ اس نے غصہ کے لہجہ میں کہا "نادان یوگیو! تم کس گنوار گورو کے چیلے ہو۔ بائیں ہاتھ سے سلام کرنا تم کو کس نے سکھایا ہے"۔ اودل اپنی غلطی پر پچتانے لگا۔ مگر مستقل

مزاجی اس کے حصہ میں آئی تھی سنبھل کر بولا "راجن! نہ ہم گنوار ہیں نہ ہمارا گورو گنوار ہے۔ ہمارا داہنا ہاتھ پرماتما کی بندگی کے لئے اٹھتا ہے۔ اس لئے میں نے مصلحت نہیں سمجھا۔ ہمارا داہنا ہاتھ صرف مالک کی یاد میں مالا پھیرنے کا عادی ہے۔ اس لئے ہم اس سے کسی کو سلام نہیں کرتے"۔ راجہ دل میں شرمندہ ہوا۔ پھر اس نے ان سے گانے کی درخواست کی۔ سید نے جو سب میں زیادہ عمر والا تھا۔ موقع کیسا تھا بھجن کو چھیڑ دیا۔ اور سب کے سب اسے تا بلجل کر گانے بجانے لگے۔

بھجن (دھرپد)

(۱) بھگت کلج۔ دھرم لاج۔ جوگی ہو بھیت سماج
روپ رنگ ساج باج آلو برج موہنت
کرشن چندر۔ پریم بھون۔ کرپا سدن۔ کشٹ دمن
سنت جیت چہر شور مرلی دھن سوہنت

در و دیوار وجد میں آ گئے۔ جس نے سنا پھڑک اٹھا۔ سب تصویر حیرت بن گئے۔ "واہ یوگی پتر! کیا کہنا ہے۔ تمہارا گلا خود بانسری ہے"۔ ماتا الوپی چق کے پیچھے بیٹھی تھی۔ اس کے دل میں کمسن فقیروں کا اعتقاد پیدا ہوا۔ بہت خوش ہوئی۔ سوچنے لگی۔ ان کو تھوڑی دیر کے لئے رنواس میں لے چلوں۔ جس میں رانیوں اور راجکماریوں کو بھی بھجن سننے کا موقع ملے۔ اس نے راجہ سے اجازت مانگی۔

ہمارے نوجوان یوگی محل میں آ گئے اور وہاں خوش الحانی سے گاتے ہوئے رانی کو محظوظ کیا۔ اتفاق سے وہاں رانی کشلا کی باندی آئی ہوئی تھی۔ وہ دیر تک ان کا تماشہ دیکھتی رہی۔ جب وہ اپنی رانی کے پاس گئی۔ وہ ناراض ہو کر بولی "کیا تیری عقل ماری گئی تھی۔ جو اب تک اپنی خدمت پر حاضر نہیں ہوئی"۔ اس نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔ "مہارانی کی جے ہو! الوپی ماتا کے محل میں چند نوجوان یوگی آئے ہیں۔

آدمی کیا ہیں۔ دیوتا ہیں۔ میں اِن کا گانا بجانا سُنتی رہی۔ اس لئے مجھ کو دیر ہو گئی۔"

رانی نے کہا۔" اگر یہ بات ہے تو جا یوگیوں کو میرے پاس لے آ۔ میں بھی ان کا درشن کروں۔"

یہ سُن کر باندی آئی۔ اندپی ماتا اس کو دیکھ کر سمجھ گئی کہ کوشلا نے ان کو بلایا ہے۔ یوگیوں سے کہنے لگی۔" جاؤ۔ کشلا کے محل میں اپنا کرتب دکھاؤ۔ وہاں تم کو اس قدر مال ملے گا۔ کہ نہال ہو جاؤ گے۔ جنم بھر بیٹھ کر کھاؤ گے۔ دوسرا دروازہ دیکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔"

یوگی رانی کے محل کی ڈیوڑھی پر پہنچے۔ دیش راج کا پپیہا نامی گھوڑا بندھا تھا۔ ان کو دیکھ کر ہنہنایا۔ کون کہتا ہے۔ جانور بے وفا ہوتے ہیں۔ آلھا اس کو دیکھ کر رونے لگا۔ اودل کے دل پر بھائی کی اس حالت سے رقت آئی کہنے لگا۔" دادا! تم کیوں روتے ہو۔ حکم کی دیر ہے۔ یہ گھوڑا آپ کے اصطبل میں پہنچ جائیگا۔" ملکھان کی تیوری بدل گئی۔ وہ کہنے لگا۔" کچھ اپنے لباس کا بھی پاس ہے۔ کشتری کے دل میں ضبط ہونا چاہئے۔ جب تک موقع ہاتھ نہ آوے۔ صبر و سکوت کے ساتھ منتظر رہنا چاہئے۔ رونا دھونا کیسا! دل میں آگ جل رہی ہے۔ ضبط کرو۔ آہ کا دھواں نہ نکلنے پاوے۔ ایسے ہی موقعوں پر کشتری کی سنگدلی کا امتحان ہوتا ہے۔ اگر کسی نے بھانپ لیا۔ تو پھر کیا بات ہوگی؟"

وہ اس طرح سرگوشی کرتے دوسرے پھاٹک پر پہنچے۔ کنگرے پر اب تک دیش راج کی کھوپری ویسی ہی رکھی ہوئی تھی۔ گوشت پوست یا تو پرندکھا گئے تھے یا سورج کی جھلسنے والی دھوپ نے خشک کر دیا تھا۔ بنبٹوں کی نگاہ اس پر پڑی اور ان کو معلوم ہوا۔ گویا مُردہ سر اس طرح ان سے ہمکلام ہو کر کہہ رہا ہے۔" دیکھو یہ وہ سر ہے جو کسی کے

سجدہ میں نہیں جھکتا تھا۔ اس کی حرکت سے ہنڈوں کے گونڈ اور رلوان کے بگھیل کانپتے تھے آج وہ اس طرح بیکسی کے ساتھ دشمن کے محل کے کنگروں پر لٹکایا ہوا ہے۔ اولاد وہ اچھی ہوتی ہے۔ جو دشمن سے باپ کا بدلہ لے۔ مگر میرے لڑکے آج جوگیوں کے لباس میں پھر رہے ہیں۔ کیا یہ کشتری کا دھرم ہے"۔

کون سنگدل ہے جو ایسے دردناک منظر کو دیکھ کر آنکھوں سے آنسو نہ بہاتا! آلھا۔ اودل۔ ملکھانا اور سید چاروں آبدیدہ ہو گئے۔ ہائے راج! تمہاری ایسی ذلت ہوئی ہے۔ تمہارے شریر کا آخری سنسکار تک نہیں کیا گیا!

ان کو روتے ہوئے دیکھ کر باندی گھبرائی "کیوں! کیا تم کسی راجہ کے لڑکے تو نہیں ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ تمہاری صورت سے کشتری پن کا اظہار ہو رہا ہے۔ کیا کہیں کسی غرض سے یہ بھیس تو نہیں بنایا ہے"؟

یہ سن کر چاروں دنگ ہو گئے۔ ملکھانے کہا "باندی! ہم فقیر ہیں تو ہم کو محل میں لے چلی ہے۔ یا بھوت خانہ میں لے آئی ہے۔ ہم تیرے ساتھ نہ جائیں گے۔ باندی مسکرائی "یہ راون کی لنکا نہیں ہے۔ جہاں راکشس بستے ہیں۔ بلکہ یہ راج محل ہے۔ یہ سر راجہ کے دشمن کا ہے۔ عبرت کی نظر سے لٹکایا گیا ہے"۔

ڈیوڑھی سے گزر کر جوگی رانی کے محل میں پہنچے۔ رانی نے نوجوانوں کو دیکھ کر باندی سے پوچھا "تو کن آدمیوں کو میرے یہاں لائی۔ یہ فقیر نہیں یہ کسی راجے کے لڑکے ہیں۔ اور پھر وہ ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟" ملکھے نے استقلال کے ساتھ جواب دیا "نہ ہم ماں کو جانتے ہیں نہ باپ کو جانتے ہیں۔ اتنا سن رکھا تھا۔ ہمارے دیش میں سخت قحط پڑا تھا۔ ماں باپ بنگالی تھے۔ جوگیوں کے ہاتھ ہم

[illegible]

متن

[illegible]

پانچواں گیت

تشریح

[illegible]

تو میں بھی تم کو ایسا ہی انعام دونگی۔ میری لڑکی وجے سنی کے پاس اس قسم کا ہار ہے۔ روپا باندی! تم جاؤ شاہزادی کو لے آؤ۔
ماں کا حکم پاکر راجکماری محل میں چلی آئی۔ اُسی وقت رانی نے یوگیوں کو پان تقسیم کیا۔
وجے سینی حد درجہ کی حسین تھی۔ اودل بھی خوبصورت تھا جس وقت ایک نگاہ دوسرے پر پڑی دونوں بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ پھر ہر دو سنبھل بیٹھے رانی یہ حالت دیکھ کر متحیر ہوئی کہنے لگی۔ "باندی جا۔ ابھی کرپا کو بلالا۔ یہ یوگی نہیں ہیں۔ ان کی مشکیں کس لی جاویں۔ اور ان کو سزا دی جاوے۔ یہ کسی غرض سے یوگی کا بھیس بنا کر آئے ان میں سادھوؤں کی وضعداری نہیں ہے"۔
نوجوان یوگی اس بات کو سُن کر سخت گھبرائے۔ مگر ملکھان مستقل مزاجی تھی۔ وہ رانی سے کہنے لگا۔ "رانی صاحب! اگر آپ نے اس کمسن یوگی کو صدمہ پہنچایا تو یاد رہے ہم سب لوگ بد دعا دینگے۔ ایشور ہمارے ساتھ ہے۔ آپ کے پان میں تمبا کو ملا تھا۔ ہم لوگ پان کھانے کے عادی نہیں۔ یوگی کو نشہ ہو آیا۔ اور یہ بیہوش ہو گیا"۔
اسکی مستقل مزاجی کام آئی۔ بگڑی بات بن گئی۔ رانی نے مطمئن ہو کر شاہزادی کو گود میں اٹھا لیا۔ اور اس سے پوچھنے لگی۔ "تجھ کو کیا ہو گیا جوان کو دیکھ کر بیہوش ہو گئی"۔ وہ بولی۔ "میں نے سُنا تھا۔ لڑکپن میں فقط کیونکہ اپنی ماں باپ کے ان سب کو بیچ دیا تھا۔ اس وجہ سے میرے دل میں دیا آئی۔ اور میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی"۔
رانی نے پھر لوگیوں کو گانے بجانے کا حکم دیا۔ اور جب وہ گا بجا چکے نولکھا ہار دے کر رخصت کیا۔ اور وہ اپنے ڈیرہ پر واپس آگئے۔
اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وجے سینی اودل کا

عورت کا اعتبار نہ کرنا چاہئے تھا۔ نہ اس کو اپنے ارادہ سے خبردار کرنا ہی لازم تھا۔ دوسرے مجھ کو کبھی منظور نہیں ہے کہ دشمن کی لڑکی گھر میں آوے۔ مگر خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب یہاں سے جلد کوچ کر دینا مناسب ہے"۔

اس کے بعد یوگیوں کے گروہ نے مختلف لباس میں مانڈو دیش کے تمام قلعوں کو جا کر دیکھا۔ انکی مضبوطی کا پتہ لیا اور شاہزادی وجے سینی کی باتوں کی اچھی طرح سے جانچ کر لی۔

چھٹا گیت

مانڈو کی لڑائی

جو نولکھا ہار رانی نے دیا تھا۔ وہ آلھا نے لاکھا نامی بیتر با کو بخش دیا۔ یہ گانے والی عورت کسی وقت دیش راج کے یہاں تھی۔ کرنگا راسے منجملہ اور چیزوں کے اس کو بھی پکڑ لایا تھا۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک وہ وہاں ہی رہتی تھی۔ اس کو دیکھ آلھا کو اپنے باپ کا زمانہ یاد آیا۔ اور اس نے وہ وہ قیمتی ہار اس کو دیکر کہا "یہ تو لے لے ہمارے کس کام کا ہے"۔

ہونے والی بات! کبھی دن راجہ جمبا کی نظر اس ہار پر پڑی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رانی نے یوگیوں کو دیدیا تھا۔ اور یوگی نے اس کو دیدیا راجہ کو یوگیوں کی سیر چشمی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ مزید تحقیقات کی گئی۔ اور جب اسکو معلوم ہوا کہ یہ لڑکے دیول دیوی کے فرزند ہیں اور ماں کا حکم پا کر باپ کے بدلہ لینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اسکا ماتھا ٹھنکا۔ اور وہ اپنے وزیر دل سے مشورہ لیکر لڑائی کے انتظام میں مصروف ہوا۔

جب مانڈو دیش میں مشہور ہو رہا تھا۔ دلیر اور حوصلہ مند راجپوت ہول کے جنگلوں کو کلہاڑوں سے کٹوا رہے تھے۔ یہ جنگل بارہ کوس کا لمبا اور چوڑا تھا جب کبھی مانڈو کے راجہ پر مصیبت آتی تھی۔ وہ یہاں آ کر پناہ لیتا تھا۔ کسی غنیم کو جنگل میں گھسنے کی جرأت نہیں ہوا کرتی تھی اور جب موقع ملتا۔ پناہ گزین راجہ اندھیرے اور گھنے جنگل سے نکل کر دشمن کو صاف کر دیا کرتا تھا۔

آلہا اودل اور ان کی جماعت نے چند ہی دنوں کے عرصہ میں تمام جنگل کو صاف کر دیا۔ اور اس میں آگ لگا دی۔ لونڈر پور کا حاکم راجہ لونڈیل اس کا محافظ تھا۔ جنگل کی بربادی کی خبر سن کر مقابلہ پر آیا۔ طبلہ کی آواز سن کر اودل چونکا۔ "معلوم ہوتا ہے دشمن کو خبر لگ گئی۔ اور وہ لڑنے کے لئے آ رہا ہے"۔ اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیدیا۔ سب نے زرہ بکتر پہن لئے۔ منوہرا کی پیٹھ پر دیوا سوار ہوا۔ اور بندیلے پر دیول دیوی کا بیٹا لڑکا اچھل کر بیٹھ گیا۔

جس وقت راجپوت دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ انہی کا شاہزادہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان سے پوچھنے لگا "تم کون ہو جو اس طرح بے باکی سے اس جنگل کو برباد کر رہے ہو اور اس سے تمہاری کیا غرض ہے"؟

اودل نے کہا "ہم پرمال والئے مہوبا کے نمکخوار ہیں اور دیش راج کے بدلہ لینے کی غرض سے سب سے پہلے اس گھنے جنگل کو برباد کر رہے ہیں تاکہ مانڈو کا راجہ ہم سے شکست کھا کر یہاں پناہ نہ لے سکے"۔

اس نے کہا۔ "بہتر ہے تم مہوبے واپس چلے جاؤ۔ تمہاری کمسنی کو دیکھ کر رحم آتا ہے"۔

اودل بولا۔ "ہم کو تم کمسن لڑکے نہ سمجھو۔ ہم وہ جھلملنے والی چنگاریاں ہیں جو دم کے دم میں دشمنوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہیں۔ جس وقت سیلاب کی طرح ہم آگے کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ کس کی مجال ہے

کہ ہمارے سامنے کھڑا ہو سکے اگر تمہاری یہ خواہش ہے۔ کہ ہم یہاں سے چلے جائیں تو تم ہماری پانچ شرطیں قبول کرو۔ پپیہا گھوڑا۔ پنچ شبد ہاتھی اور لاکھا پتر پاکہ معہ نولکھا ہار کے ہمارے حوالہ کرو۔ جمبا راجہ کا سر کاٹ کر ہم کو دو اور اپنی بہن وجے سینی کے ساتھ ہماری شادی کر دو۔ اگر یہ باتیں منظور ہیں تو ہم ابھی چلے جائینگے۔ ورنہ مانڈو دیش کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔"

ان باتوں کو سن کر مانڈو دیش کے شاہزادہ کے غصہ کی آگ مشتعل ہوئی۔ وہ اپنی فوج سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "ان زبان دراز لڑکوں کو ابھی ابھی سزا دو۔ کہ ان کو اپنی چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔"

اتنا کہنا تھا کہ مانڈو دیش کی فوج لہراتی ہوئی سمندر کی طرح موہوبا والوں پر جھپٹی۔ یہ پہلے ہی سے تیار اور منتظر کھڑے تھے۔ ان کا خیر مقدم کیا۔ جانبین سے بندوقیں سر ہونے لگیں۔ تلواروں سے تلواریں بجنے لگیں۔ نیزوں سے نیزے کھڑکنے لگے۔ لڑائی کا یہ عالم تھا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ زمین سرخ ہو گئی۔ خون کی ندی بہنے لگی جس میں انسان کے سر کٹے۔ وحشی مچھلی کی طرح تیرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مقتول سپاہیوں کی ڈھالیں اُس کے چھوٹے جتنے اور بیچ بیچ میں کٹے ہوئے سروں کا ڈھیر ٹیلوں کی طرح نظر آتا تھا۔ تیرتے ہوئے لاشوں پر کوّے اور گدھ بیٹھے جا رہے تھے۔

جب خوب گھمسان ہو چکی۔ اندل کے بیٹے نے سرخہ پر سوار ہو کر اودل کو للکارا۔ "اے دیول دیوی کے لڑکے! آ جا۔ اب میرا اور تیرا سامنا ہے۔ لڑائی میرے اور تیرے درمیان ہونی چاہئے اور لوگ کیوں مفت میں ضائع ہوں۔"

اس نے کہا "معلوم ہوتا تیری عمر کا پیمانہ چھلکنے پر آ گیا۔ آ۔

پہلا وار تو کر۔"

یہ سنکر انپی کے لڑکے نے ہاتھ میں بھالا لیا۔ اودل نے بھی اسکی تقلید کی۔ بھالے کیا تھے۔ پھپھناتے ہوئے سانپ تھے۔ انپی کے لڑکے نے پہلا وار چلایا۔ بندیلا گھوڑا پینترا بدل گیا۔ اور اودل صاف زندہ بچ گیا۔ اب اسکی باری آئی۔ اس نے کہا۔ سنبھل بیٹھو۔ اب میں وار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جو اس نے بھالا چلایا۔ انپی کا لڑکا وہیں ختم ہو گیا۔ زمین پر گر پڑا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ تو ڈورل مقابلہ پر آیا۔ مگر اسی وقت شام ہو گئی۔ لڑنے والے میدان چھوڑ کر آرام کرنے لگے۔

دوسرے دن صبح ہوتے ہی پھر طبل جنگ بجا۔ اب کی سورج مل اودل کے دنیت کو برباد کر دیا ہے۔ بلاؤ اودل کو میرا مقابلہ کرے۔ یہ بات سنکر اودل سامنے آیا۔ "میری ماں تو دیول دیوی سے شیر بنا ہے۔ وہ شیر میں ہوں۔ میں نے جنگل کو برباد کیا ہے۔ جس کو لڑنا ہو میرے ساتھ لڑے۔"

پھر وہ دونوں لڑنے لگے۔ اودن کا حکم و اشارہ پا کر دونوں فوجیں کالی گھٹاؤں کی طرح آمنے سامنے آ گئیں۔ تلواروں کی کڑک ان گھٹاؤں میں بادل کی گھنگھور آواز تھی۔ ہتھیار اس طرح چمکتے تھے۔ جیسے برسات میں بجلی چمکتی ہے۔ اور لڑاکوں کے سر ٹپ ٹپ زمین پر گر رہے تھے۔ پانی کی بوندوں سے مشابہ تھے۔

اودل اس طرح دشمنوں کی صف میں ملا ہوا ان کا کام تمام کر رہا تھا۔ جیسے درندہ شیر کسی بھیڑ بکری کی صف کو تباہ کرتا ہے۔ جدھر گھستا تھا۔ دم کے دم میں صفیں صاف ہو جاتی تھیں۔ سورج اور اودل ہم عمر اور دونوں شمشیر زن لڑاکے تھے۔ دونوں ہی کو تیغ زنی میں کمال تھا۔ دیر تک لڑائی رہی۔ آخر سورج مل کی تلوار ٹوٹ گئی۔

صرف قبضہ ہاتھ میں رہ گیا۔ سورج مل نے سمجھا موت قریب آگئی۔ مگر اودل نے ہنسکر اس کو پھر دوسری تلوار ہاتھ میں لینے کا موقع دیا۔ تاہم موت قریب آچکی تھی۔ وہ سنبھل نہ سکا۔ اور اودل کے ہاتھ سے مارا گیا۔
جب یہ حالت ہوئی مغلوب فوج مانڈو کی طرف بھاگ نکلی۔ مہاراجہ جمبانے کرنگا رائے کو ببول کے بن کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ اس کیساتھ ہزاروں کی تعداد میں ہاتھی اور گھوڑے تھے۔ نوجوان راجپوتوں کی بڑی کثیر تعداد اپنے ملک کی حفاظت اور دشمن کی پائمالی کے خیال سے ساتھ ہولی۔ مگر جس وقت کرنگا رائے ہاتھی پر سوار ہونے لگا۔ کسی نے چھینک دیا۔ ساتھ کے پنڈت نے کہا۔ "بدشگونی ہوئی۔ ٹھہر جاؤ نتیجہ خراب ہوگا۔" شاہزادہ نے جواب دیا۔ "گھڑی میں گھر چلے ڈھائی گھڑی بھدرا۔ پنڈت تم بیہودہ باتیں نہ بکو۔ کشتری کے لئے ساعت اور شگون کوئی چیز نہیں ہیں۔ وہ ہر وقت موت کے مُنہ میں رہتا ہے۔ مرنے کے لئے کس کو اچھی اور بری ساعت پوچھنے کی ضرورت ہے"؟
یہ کہہ کر وہ بانکا راجپوت ہاتھی پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ اور للکار کر کہنے لگا "مکّار یوگیو! ادھر آؤ۔ تمہارے باپ کا قاتل میں ہوں۔ میں ہی نے اس کے جسم کو کولھو میں چور چور کرا دیا۔ اور اپنی تیغ سے اس کا سر کاٹ کر کنگرے میں لٹکایا۔ آؤ جس کو لڑنا ہو میرا مقابلہ کرے"۔ اس کی گرج سُن کر اودل سامنے آیا "اے مانڈو کے شاہزادے! تو اپنی دلیری کی ڈینگ بہت مارتا ہے۔ اگر ہم نے یوگی کا بھیس بنا کر تیرے گھر کا بھید لیا۔ تو کیا بُرا کیا۔ راج دھرم اس قسم کی باتوں کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن تو نے کیوں چوروں کی طرح آدھی رات کو سوئے ہوئے راجپوتوں کو برباد کیا۔ یہ کون سی دلیری کی بات تھی"؟ کرنگا رائے نے جواب دیا۔ "اگر راج دھرم تم کو مکر و فریب سے بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ فضول باتوں کو چھوڑو۔ آستین

سنبھالو۔ اگر ہمت ہے تو اسی وقت اپنے باپ کے خون کا بدلہ لو"۔
دونوں شیر مردوں نے تلوار ہاتھ میں لی۔ ایک دوسرے کے ساتھ داؤ پیچ ہونے لگا۔ دونوں کی تلواریں بیچ سے ٹوٹ گئیں۔ لڑنے والوں نے نیزے اٹھائے نیزے بھی بیکار گئے۔ پھر تلوار ہاتھ میں لیا۔ اودل سنگھ کے ضرب سے کرنگا رائے کے ہاتھی کی سونڈ کٹ گئی۔ اور وہ میدان چھوڑ کر بگٹٹ بھاگا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ اودل بندیلے کی پیٹھ پر چھا لکارتا ہوا کرنگا رائے پر جھپٹا۔ اور کہا کرنگا رائے ہوشیار ہو جا۔ تیری موت سر پر آ پہنچی۔ اور جب اس نے تن کے تلوار ماری کرنگا رائے کا سر بھٹے کی طرح الگ جا پڑا۔
اس کا مرنا تھا کہ دونوں فوج جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں۔ رنگا بنگا اور شاہ آباد کے پٹھانوں نے دیوا اور ملکھان کا اشارہ پاکر اس دن سخت اودھم مچایا۔ ہزار دل آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ آلھا۔ اودل۔ ملکھے۔ دیوا۔ اور بنارس کے سید سب نے دل کھول کر داد شجاعت دی۔
بہت دیر تک لڑائی رہی۔ مگر آخر مانڈو دیش کی فوج شکست کھا گئی اور اس کے پاؤں میدان سے اکھڑ گئے۔
جب کوئی مقابلہ کرنے والا باقی نہیں رہا۔ اودل دشمن کا سر اٹھا کر خیمہ میں لے آیا۔ دیول دیئی اس کی ماں تھو یا چھوڑ کر لڑائی دیکھنے کے لئے آئی تھی چھوٹے لڑکے نے کرنگا رائے کا سر اس کے قدموں پر لاکر رکھ دیا۔ اور کہنے لگا" دیکھ ماتا یہ میرے باپ کے قاتل کا سر ہے"۔ دیول کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو اور چھاتی سے دودھ بہ نکلا اور اس نے اودل کو گود سے چمٹا کر دعائیں دیں اور بلائیں لیں۔

ساتواں گیت

اودل غائب و جمپا کی موت

دیول دیوی کے لڑکے جس وقت پھول کے جنگل میں لوہے سے لوہا بجا رہے تھے۔ انہیں دنوں ماہل ارئی کا راجہ مہوبا میں آیا۔ یہ رانی ملہن دیوی کا بھائی تھا۔ جب شاہانہ طریق پر اس کا استقبال ہو چکا۔ رانی اس سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگی۔ "کیا تم کو کچھ خبر ہے۔ ہمارے سردار۔ آلھا اودل اب کہاں ہیں۔ آٹھ مہینے کا وعدہ کر کے گئے تھے۔ مگر اب تک واپس نہیں آئے؟"

ماہل نے جواب دیا "یہ سب کے سب مانڈو دیش کے راجہ سے لڑنے گئے تھے۔ اس سے شکست کھا گئے۔ اور ان کے سر تاج برگد کے درخت سے لٹک رہے ہیں۔"

یہ سننا تھا کہ محل میں کہرام مچ گیا۔ ملہن رو رو کر کہنے لگی۔ "ہائے جن لڑکوں کو میں نے مہوبا کے تخت کا ستون سمجھا تھا۔ وہ اس طرح مارے گئے۔ میرے سونے کی لنکا خاک میں مل گئی۔ اب کون ہے جو ان کی جگہ ہمارے راج کی زینت اور طاقت کا کام دے گا۔"

ماہل نے کہا۔ "ان کے لئے تم کو رنج نہ کرنا چاہئے۔ راجہ کے یہاں نوکر چاکر ہوا ہی کرتے ہیں۔ بہتر ہے۔ اب ان کا خیال دل سے دور کر دو۔" مگر ملہن دیوی کی ان باتوں سے تشفی نہیں ہوئی۔ وہ کہنے لگی "یہ میرے نوکر نہیں تھے۔ بلکہ میرے لڑکے تھے۔"

پرمال کو بھی اس سانحہ کو سن کر سخت رنج ہوا۔

مگر ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ روپنا کر نگا رائے کا سر لئے ہوئے دربار میں آپہنچا۔ پرمال نے سمجھا یہ آلھا کا سر ہے۔ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا

جب ہوش آیا۔ وہ روپنا سے سارا حال دریافت کرنے لگا۔ اس نے جواب دیا: "مہاراج کی جے ہو۔ یہ آلھا کا سر نہیں ہے۔ بلکہ کرنگا راٹھور آپ کے دشمن کا سر ہے۔ جو اودل نے کاٹا تھا۔ آپ کے سب سردار زندہ ہیں۔ انہوں نے بتول کے جنگل میں دشمن کو ایسی شکست دی ہے کہ اب وہ پھر نہ اٹھ سکے گا۔ الپی کا لڑکا۔ لومندر، سورج اور کرنگا راٹھور چاروں تہہ تیغ ہوئے۔ یہ سر اودل نے آپ کے پاس بطور نذر کے بھیجا ہے۔"

رانی نے خوشی خوشی روپنا کو خلعت دیا۔ شہر میں شادیانے بجنے لگے۔ اور جب روپنا نے دو تین گھنٹے آرام کر لیا۔ رانی نے کہا: "تم دیر نہ کرو۔ ابھی پھر مانڈو دیش کو واپس جاؤ اور میرے بیٹوں کو مبارکباد دو۔" وہ حکم پاکر جست کساکے گھوڑے کی زین پر کود گیا۔ اور جب سرداروں سے مل کر راجہ رانی کی خیریت سنائی وہ خوش ہوئے اور گڑھ کے تسخیر کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

جب جمبلے نے سنا کہ لڑکے مارے گئے۔ اور اودل نے بڑی بے رحمی سے ان کے سر کاٹ لئے۔ وہ سخت پریشان ہوا۔ اور رونے لگا۔ رانی نے کہا: "تم روتے کیوں ہو؟ راجپوتنی سوت مارنے ہی کے لئے اولاد پیدا کرتی ہیں۔ مجھ کو تو ذرا بھی افسوس نہیں ہے۔ رنج اس وقت ہوتا اگر لڑکے میدان سے بھاگ نکلتے۔ خواہ اور طرح پر ان کی جان جاتی۔" جمبلے نے کہا: "یہ سب سچ ہے مگر اب تخت و تاج کا وارث کون ہے؟ اور کس میں یہ طاقت ہے کہ اودل سے جاکر بدلہ لے۔"

شاہزادی بیجے سینی حاضر تھی۔ کہنے لگی: "میں اودل کو پھانس لاؤنگی۔ آپ خاطر جمع رکھئے۔ جس طرح ملک کی حمایت کا حق لڑکوں کو ہے۔ ویسا ہی لڑکیوں کو بھی ہے۔ جب اودل نہ رہے گا۔ تب آپ تمام جنیل سرداروں کو باسانی قتل کر سکیں گے۔"

راجہ نے اس کی بات منظور کر لی۔ اور چونکہ اودل کے سر پر یہ

عشق کا سودا سمایا ہُوا تھا۔ اس نے حکمت عملی کر کے اس کو کسی طرح وہاں سے غائب کرا دیا۔ اور اس کو لے جھاڑ کھنڈ میں پہنچا آئی۔

اودل کے غائب ہونے سے لڑنیوالوں کی ہمت کی کمر ٹوٹ گئی۔ مگر ان میں غضب کی ثابت قدمی تھی۔ کچھ دنوں کے لئے لڑائی بند کر کے مختلف جگہ اس کی تلاش میں آدمی روانہ کئے۔ خود بھی فقیرانہ بھیس بنایا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے جھاڑ کھنڈ میں آگئے۔ یہاں نبجے سینی کا گورو رہا کرتا تھا۔ جس نے اودل کو اپنے گھر میں قید کیا تھا۔ جب اچھی طرح پتہ لگا لیا۔ ملکھا اور آلھا نے رات کے وقت گورو کے گھر پر چھاپہ مار کر اس کا تمام کیا۔ اور اودل کو لیکر پھر اپنی فوج میں واپس آگئے۔ اور طبل جنگ بجوا دیا۔

راجہ جمبا لڑنے کے لئے تیار ہُوا۔ اس کے پاس زبردست توپخانہ تھا۔ جب توپوں کو آگ دیگئی۔ تمام جگہ دُھواں سے بھر گئی اور بہت بڑی وقت کے ساتھ دشمن پر اپنی فضیلت ثابت کی۔ اس معرکہ میں آلھا ایک مرتبہ بال بال بچا۔

کئی دن تک متواتر لڑائی رہی۔ آخری دن راجہ جمبا پنچ شبدا ہاتھی پر سوار ہو کر لڑنے آیا۔ آلھا کے ساتھ اسکی مڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں دیر تک لڑتے رہے جب ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ الگ الگ جا کر کھڑے ہو گئے جب ذرا آرام لے لیا۔ پھر مقابلہ پر آکر اڑے۔ آلھا نے کہا اب تک تم میرے ہاتھ سے برابر بچتے رہے ہو۔ اب بچ کر جانا مشکل ہے۔ دیکھو۔ یہ پنچ شبدا ہاتھی جس پر تم سوار ہو میرے باپ کا ہے۔ یہ میری مدد کرے گا۔ اور آج دنیا تمہارا آخری وقت دیکھے گی۔

جمبا نے کہا "کشتری! تیری عقل ماری گئی ہے۔ جانوروں میں سمجھ بوجھ کہاں سے آئی؟ جو تیرے نمک کا پاس کرے گا۔"

آلھا نے جواب دیا "مہاراج! آپ کے ہوش کہاں ہیں جانور

میں انسان سے کم عقل نہیں ہے۔ کیا آپ نے کسی ہاتھی کو بھی جام یا بادہ کی طرف توجہ کرتے دیکھا ہے؟ حالانکہ انسان عقل والا ہو کر بھی غلطی کرتا رہتا ہے۔ یہ ثبوت ہے کہ ہاتھی بھی عقلمند ہوتا ہے اور چاہے یہ ہاتھی میری مدد کرے یا نہ کرے۔ خوش قسمتی اور آپ کی بدنصیبی اس کا فیصلہ ابھی کئے دیتی ہے"۔

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا ہاتھی آلہا کی بات سمجھ رہا ہے۔ اس کو مدد آسمانی کہو یا امر اتفاقیہ سمجھو۔ جس وقت آلہا اور جمبیا لڑنے لگے۔ ہاتھی نے زور سے اپنے جسم کو حرکت دیا۔ اور نقرئی ہودہ جس پر جمبیا سوار تھا۔ زمین پر آرہا ہے۔ راجہ سر کے بل گرا۔ اور اسی وقت آلہا نے کود کر اس کی مشکیں کس لیں۔ بلکھا تھا۔ اودل۔ سید اور دیوا پاس تھے۔ اس کو سنبھال لیا اودل کو راجا کی گرفتاری سے اتنی خوشی ہوئی کہ وہ اچھلنے لگا۔ اور روپنا کو حکم دیا۔ ابھی جاؤ۔ اور دیول دیئی کو لے آؤ۔ تاکہ اپنے دشمن کی حالت کو ملاحظہ کرے"۔ جمبیا کی گرفتاری کا حال سن کر وہ دیوی وہاں آئی اور آتے کے ساتھ ہی حکم دیا کہ اس کے محلوں کو آگ لگا دو"۔

جمبیا کے قید ہوتے ہی مانڈو کی فوج کا جی چھوٹ گیا۔ بہادر کشنتری اس طرح لڑے کہ دانتوں پسینہ آیا۔ مگر راجہ کو آزاد نہ کر سکے۔ اور سب کے سب مارے گئے"۔

جس وقت آلہا کی فوج نے محلوں کو لوٹ لیا اور ان کو آگ لگا دی رانی کو شلا بیقرار ہو کر میدان میں خود چلی آئی اور کہنے لگی "دیش راج کے لڑکو دیکھو غضب نہ ڈھاؤ۔ تمہاری فوج عورتوں پر سختی کرنے لگی ہے۔ یہ سخت نامناسب کام ہے"۔ آلہا نے رانی کے ساتھ تعظیم سے بات چیت کی اور نرمی کے ساتھ جواب دیکر کہا۔ "آپ لڑائی کا اصل سبب جانتی ہو۔ اس لیئے اس کے سوا باقی ہر حالت میں آپکی تعظیم کا لحاظ کیا جاویگا۔ آپ

سے یہ درخواست ہے کہ تو لکھا ہار منگوا دیجیئے اور شاہزادی وجے سینی کو میرے حوالے کر دیجیئے"۔ رانی نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور جب ان کی شرطیں پوری ہو گئیں۔ شہر کا لوٹنا موقوف کر دیا گیا۔

شہر میں تسلط کرنے کے بعد اودل نے راجہ جمبا کے سر کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ اس کا جسم کوٹھو کے لئے حوالہ کیا گیا۔ اور دیش راج کا سر ہٹا کر اسکی جگہ جمبا کا سر کنگرہ پر لٹکا دیا گیا۔

دیول دیوی کی نگاہ جس وقت شوہر کی خشک کھوپری پر پڑی دھاریں مار کر رونے لگی۔ مگر مقتضاء وقت اور تھا۔ سمجھ بوجھ کر چپ ہو رہی۔ اور لڑکوں نے چتا تیار کر کے اسکا شاستروں کے موافق کریا کرم کیا۔ اور سب لوگ مہوبے واپس آئے۔[1]

آٹھواں گیت

آلھا کی شادی اور بارات

نیناگڑھ[2] گنگا کے کنارے آباد تھا۔ اس کا قلعہ کوہ وندھیاچل کے سلسلہ کے ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ جس کے تین طرف دریاء گنگا کا پانی

[1] آلھا کھنڈ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ وجے سینی کی اودل سے ساتھ شادی کرائی گئی۔ مگر ساتھ ہی ملکھے نے اس خوف سے اس کو مار دیا کہ دشمن کی لڑکی ہے۔ کہیں باپ کے خون کا بدلہ نہ لے۔ ایشور جانے اس میں کہاں تک سچائی ہے۔

[2] نیناگڑھ کو آجکل چنارگڑھ کہتے ہیں۔ جو مرزاپور سے بیس میل پورب میں واقع ہے واقعی اس کا قلعہ عجیب و غریب ہے۔

لہراتا ہے۔ یہ قلعہ اس قدر قدیم ہے کہ کسی کو اس کے حالات نہیں معلوم ہیں۔
نیپالی نامی راجہ یہاں کا حکمران تھا۔ اس میں کشتری پن کی نرالی شان تھی اور وہ دور دور کشتریوں کا زبردست سردار مشہور تھا۔
اسکی لڑکی سونوا کنور حسین اور مہ جبین تھی۔ پندرہ سولہ برس کی عمر ہو گئی تھی۔ مگر ابھی تک کسی سے شادی نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن یہ اپنی سہیلیوں کو لئے ہوئے پھول[1] بگیا میں سیر کرنے کے لئے گئی۔ باغ دلکش تھا۔ اس کے ہر چہار طرف خوبصورت بارہ دریاں بنی تھیں۔ بیچ میں کنول کا تالاب اور ارد گرد طرح طرح کے خوبصورت پھولوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ باغ کے کنارے بارہ دریوں کے اسطرف برگد۔ گولر۔ آم۔ جامن کے درخت اس طرح لگائے گئے تھے کہ وہ چار دیواری کا کام دیتے تھے۔
راجکماری سونوا وہاں تفریح کی غرض سے گئی ہوئی تھی۔ جب یہ سکھیاں کھیلنے لگیں۔ کسی نے مہوبے کے راجپوتوں کا ذکر چھیڑ دیا۔
ایک لڑکی بولی "آلھا ان سب میں بزرگ ہے"۔ دوسری نے کہا۔ "اودل بڑا خوبصورت ہے۔ مگر اس نے راجکماری نیچے سینی کی درگت کی۔ اس کو ذرا بھی محبت کا پاس نہیں ہوا۔ تیسری نے کہا "اگر کہیں سونوا کی شادی آلھا سے ہو جائے تو کیا کہنا ہے۔ سونوا خاموشی سے ان سب باتوں کو سنتی رہی۔ مگر اس کے دل میں بھی آلھا کے ساتھ شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے قدیم زمانہ کی راجپوتنیوں کی طرح دل میں عہد کیا کہ تو اسی راجپوتنیوں کی طرح دل میں عہد کیا کہ یا تو اسی راجپوت کیساتھ شادی کرونگی یا زہر کھا کر مر جاؤں گی"

---

[1] اس زمانہ میں پھول بگیا کا نام پھولوڑیا ہے۔ گو اب عمارتیں مسمار ہو گئی ہیں۔ مگر بیچ میں کنول کا تالاب اور دکن کی طرف ایک بارہ دری اب بھی موجود ہے۔

جب لڑکیاں باغ سے واپس آئیں۔ سب نے مل کر رانی سے کہا "بیٹی کو کب تک گھر میں بٹھلائے رکھو گی۔ یہ پرائے گھر کی امانت ہے۔ بہتر ہے۔ اسکی شادی کر دو" رانی نے راجہ سے تذکرہ کیا۔ اور اس نے اپنے پروہت کو جا بجا گھوم پھیر کر بر کی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب جگہ گیا۔ مگر کسی نے شادی کرنی منظور نہیں کی۔ کیونکہ نیپالی زبردست لڑاکا مشہور تھا۔ اور چونکہ راجپوتوں میں شادی بیاہ اکثر جنگ و جدل کے ساتھ ہوتے تھے۔ سب نے انکار کر دیا۔

نیپالی نے پروہت کو مھوبا جانے سے منع کیا تھا۔ اس لئے وہ یہاں نہیں آیا۔ راہ ہی سے واپس چلا گیا۔ مگر اس کے جانے سے پہلے ہی سونوا کا خط آلہا کے نام پہنچ گیا تھا۔ جس میں اس نے لکھ دیا تھا کہ "اگر راجپوتوں میں کنواری کنیا کی عزت کا پاس ہوتا ہے تو آپ یہاں آ کر مجھ کو بیاہ لے جائیے ورنہ میں زہر کھا کر مر جاؤں گی۔ اور تمہاری مردانگی پر ہمیشہ ناگوار دھبا بنا رہیگا۔"

جس وقت آلہا کو یہ خط ملا۔ میر تالہن۔ سلامت علی تیغ بہادر۔ دریا خاں علی بہادر۔ منا گوجر۔ روپنا باری۔ دیوا۔ اودل۔ ملکھا سب موجود تھے۔ آلہا وہ خط پڑھ کر سب کو سنایا۔ ان سب نے رضامند ہو کر کہا "جو شخص عورت کے حکم کو نہیں مانتا وہ نامرد ہے۔ بہتر ہے ابھی لشکر تیار ہو اور ہم سب دگ جاکر شاہزادی کو لے آئیں۔"

جس وقت یہ خبر پرمال اور ملہن دیوی کو ملی وہ سہم گئے۔ کیونکہ نیپالی کی طاقت و جرأت سے وہ ناواقف نہیں تھے۔ مگر جب دیکھا کہ نوجوان کشتری کنواری کنیا کے حکم کے سامنے کسی کی سننے والے نہیں ہیں ملہن دیوی نے آلہا کو بلا کر کہا "بیٹے دیکھو! لڑکے پر ماں کا حق بہت ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر چیز کی قیمت ہے۔ مگر ماں کے دودھ کی قیمت کوئی نہیں

ادا کر سکتا۔ میں نے تجھ کو اپنی چھاتی کے دودھ سے پالا ہے اس لئے دیول دیوی کے مقابلہ میں میرا حق کہیں زیادہ ہے۔ اگر شادی کرنے کے لئے جاتا ہے تو جا۔ مگر میرے حق کو کبھی مت بھولنا۔

آلہا نے مہارانی کے پاؤں کو بوسہ دیا اور اس کی اجازت لے کر چند دن کے عرصہ میں نینا گڑھ کے قریب پہنچا۔ ہاتھی گھوڑے رتھ ہزاروں کی تعداد میں ساتھ تھے۔ جب راجدھانی آٹھ کوس کے قریب رہ گئی۔ ملکھا نے روپنا باری کو اپپن واری[1] دے کر راج محل کی طرف روانہ ہوا تاکہ راجہ کو ان کے ارادہ اور ان کی آمد کی اطلاع کر دے۔

روپنا باری گھوڑے پر سوار ہو کر محل کے دروازہ پر پہنچا۔ اس کی سج دھج دیکھ کر لوگ ششدر ہو گئے۔ دربان نے پوچھا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا "سردار آلہا سنگھ بیاہنے آیا ہے میں اپپن واری لایا ہوں۔ راجہ صاحب کو خبر دو"۔

یہ عام دستور ہے جو کوئی اپپن واری لاتا ہے۔ اس کو انعام دیا جاتا ہے۔ جب روپنا باری سے پوچھا گیا "تجھ کو کیا انعام ملے"۔ اس نے ہنس کر کہا "میں آلہا اودل کا باری ہوں۔ جیسا راجہ ویسا پرجا۔ میرے سردار دنیا میں لڑا کے مشہور ہیں۔ میرا انعام یہ ہے کہ جس کسی کو اپنی جان پیاری نہ ہو۔ وہ میرے ساتھ دو دو ہاتھ تلوار کے چلا لے۔ چار گھنٹہ تک میں اکیلے لڑ سکتا ہوں"۔

جب راجہ نیپالی کو خبر دی گئی۔ وہ سخت متعجب ہوا کہنے لگا۔ یہ

[1] اپپن واری پسی ہوئی ہلدی اور چاول کو کہتے ہیں۔ آج کل پورب میں اس کے بھیجنے کا دستور نہیں۔ بلکہ "پرا نے" کی ہانڈی بھیجتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ بڑا آگیا۔ اس کی پیشوائی ہونی چاہیے"

عجیب قسم کا باری[1] ہے جو میرے گھر پر آ کر لڑائی کے لئے للکارتا ہے۔" پورن پٹنہ کا راجہ دربار میں حاضر تھا۔ ہنس کر بولا۔ "کچھ پرواہ نہیں میں جاتا ہوں۔ باری جو انعام مانگ رہا ہے اسکو دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے اسکے سامنے آیا۔ "باری! ایسے میں آج تجھکو ایسا انعام دونگا کہ ہمیشہ کے لئے آسودہ ہو جائے گا۔ پھر تجھے کو آئندہ انعام کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔" باری نے خوشی سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ دونوں ڈھال تلوار لے کر لڑ پڑے۔ پٹنہ والا گو تیز دست تھا۔ مگر اس سے کچھ نہ بن سکا۔ باری کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔ اس کے سوا اور کئی سپاہی بھی قتل ہوئے۔ جب روپا پورے چار گھنٹے لڑ چکا گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے خیمہ گاہ میں آیا۔ اس کے کپڑے خون سے تر تھے ملکھے نے پوچھا "کیا ماجرا ہے؟" تب اُس نے سارا حال انعام پانے کا کہہ سنایا۔ اور سب نے سمجھ لیا کہ یہ باری راجہ کو لڑائی کا پیغام دے آیا ہے اور تاوقتیکہ اس کو شکست نہ دیجائے شادی نہ ہو سکے گی۔

نواں گیت

نینا گڑھ کی لڑائی

روپا کے بیٹھ پھیرتے ہی تمام شہر میں شور مچ گیا۔ تمام آدمی کہنے لگے۔ جس رئیس کے نائی باری ایسے لڑاکے ہیں۔ اس کے سرداروں کی دلیری

[1] باری خدمتگاروں کی ایک ذات ہوتی ہے۔

کا کیا حال ہوگا۔
راجہ نیپالی کی حیرت کی خود کوئی حد نہیں رہی تھی۔ وہ کہنے لگا۔ "دیکھو تمہاری کیسی ہتک ہوئی۔ ایک معمولی باری نے آکر پورن کو معہ دوسرے کشتریوں کے قتل کر گیا۔ اور سب منہ دیکھتے رہ گئے۔ کسی سے کچھ بن نہیں آیا؟
اس راجہ کے دو لڑکے تھے۔ جوگا سنگھ۔ اور بھوگا سنگھ یہ دونوں ہاتھ باندھ کر کہنے لگے۔ "روپنا باری اچانک یہاں آگیا۔ کسی کو کیا خیال تھا کہ وہ ایسا لڑاکا ہے۔ آپ ہم کو حکم دیجئے۔ ہم جا کر مہوبا کے سرداروں کو اُن کی دلیری کا مزہ چکھاویں"۔
راجہ نے اِن کی رائے کو قبول کیا۔ اور اسی وقت نقارہ پر چوب دیا گیا۔ گھلوت کھچوا ہے۔ چندر بنسی۔ بھدوریئے۔ چوہان۔ ڈورانی، غرضیکہ تمام راجپوت سردار جن کا حصہ تھی۔ مسلح ہو کر آئے اور آلھا سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔
جس وقت فوج روانہ ہوئی۔ تمام آسمان گرد و غبار سے بھر گیا جنگی باجوں کی آواز سے سارا میدان گونج اُٹھا۔ جب ملکھے نے سنا کہ دشمن کی فوج لڑنے کے لئے آرہی ہے۔ اس نے بہ حیثیت سپہ سالار اپنے لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ سب نے زرہ بکتر پہن لئے۔ اشٹ دھاتی توپیں چرخیوں پر چڑھادی گئیں۔
سردار گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن کا انتظار کرنے لگے۔ جس وقت دشمن مقابلہ پر آئے۔ یہ دل کھول کر اِن سے ملنے کے لئے آگے بڑھے۔ سب سے پہلے اودل سنگھ ہاتھ میں جھنڈا لئے ہوئے باہر آیا۔ بھوگا سنگھ نے پوچھا۔ "تم سچ سچ بتاؤ کون ہو۔ اور کیوں آئے ہو؟" اس نے جواب دیا ہمارا دیش مہوبا ہے۔ آلھا سنگھ ہمارا بڑا بھائی ہے۔ ہم سوتو اشا ہزادی

سے اس کی شادی کرنے آئے ہیں"۔
بھوگا سنگھ نے کہا "معلوم ہوتا۔ تم بنافر ہو۔ کشتریوں میں یہ نہایت اوچھی قوم ہے۔ اس لئے شادی کا ہونا غیر ممکن ہے۔ بہتر ہے۔ تم مہوبا واپس جاؤ۔ اور ناحق اپنی جان مت دو"۔
اودل نے ہنسکر جواب دیا "کشتری! تو کیا کہتا ہے۔ کیا کسی راجپوت نے بھی آگے قدم بڑھا کر پیچھے ہٹایا ہے؟ تو دیکھے گا۔ کہ ہم میں سے کون اوچھا ہے"۔
یہ کہہ کر دونوں نے بھالا سنبھالے۔ ملکھے اور آلہا نے دور سے اس کے اشارے کو دیکھا۔ اور سب کے سب نے چاروں طرف سے دشمنوں کو گھیر لیا۔ ایک سے ایک لڑنے لگا۔ منا گوجر۔ روپنا باری۔ تلا منت علی وغیرہ نے وہ کرتب دکھلائے کہ دیکھنے والے تھرا گئے۔ نینا گڑھ والے ٹھیر لگئے۔ راجا سے جا کر کہا "اب تم امر ڈھول کو نکالو اور کسی طرح ان کے ہاتھ سے بچاؤ نہیں ہے"۔ اور جب راجہ نے اس ڈھول کو فوج میں بھیجدیا لڑنے والوں میں نئے سر سے جان آ گئی۔ اور وہ اس دفعہ اس طرح لڑنے لگے کہ مہوبا والوں کے دلوں سے فتح کی اُمید جاتی رہی۔ ان کے آدمی بھی اُس دن بہ کثرت کام آئے ۔
شام کے وقت جب لڑنے والے اپنے اپنے خیموں میں آرام کرنے کے لئے گئے۔ ملکھے نے مشورہ کی غرض سے کونسل منعقد کی۔ مہوبا کے تمام سردار اکٹھا ہوئے۔ اور دوسرے دن کی لڑائی کے متعلق بات چیت ہونے لگی ۔
سب سے پہلے ملکھے نے زبان کھولی "بھائیو! نینا گڑھ کے باشندے جبری اور دلیر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے عمدہ برآ ہونا کام رکھتا ہے۔ کیا تدبیر کی جائے جس سے جلد اس لڑائی کا خاتمہ ہو۔ کیونکہ ان

کے ساتھ کسی دن لڑنے کا اتفاق ہوا تو ہماری کل فوج ضایع ہو جائیگی"
دیوا نے کہا" موبے کی طرف آدمی بھیجو۔ وہاں سے کمک منگاؤ"
علامت علی نے تجویز کیا" حکمت عملی سے لڑائی لڑنی چاہیئے۔ تاکہ ہمارا نقصان کم اور ان کا زیادہ ہو"
منّا گوجر نے جواب دیا" یہ بات سننے میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر عمل میں لانا مشکل ہے۔ کیونکہ ملک دشمنوں کا ہے۔ اِن کو چپہ چپہ بھر زمین سے واقفیت ہے۔ ہم بالکل ناواقف ہیں"
تیغ بہادر نے کہا۔" کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ دشمنوں کے خیمہ میں نااتفاقی پیدا ہو جائے اور ہم بہ آسانی غالب آئیں"۔
علی بہادر ہنسا" لڑکوں کی طرح باتیں نہ کرو۔ یہ کام اتنی جلدی نہیں ہوتے۔ اس کے لئے وقت چاہیئے۔ اور قابل آدمیوں کی ضرورت ہے"
اودل اب تک خاموشی سے سب کی باتیں سن رہا تھا۔ جب اسکی باری آئی۔ اس نے کہا" پرسوں ہم نے ان کا قافیہ تنگ کر دیا تھا۔ اس بات کا پتہ لگانا چاہیئے کہ ان میں کیوں اسقدر آج جوش پیدا ہو گیا۔ اور جس وقت اصلیت کا پتہ لگ جائیگا پھر ان کے شکست کی تدبیر سوچ لینا آسان کام ہوگا"
سب نے اس کمسن نوجوان کی طرف غور سے نگاہ کیا۔ سب کہنے لگے "بات سچ ہے۔ مگر وقت کہاں ہے"؟
اودل نے کہا۔" ہم لوگ یہاں ہتھیلی پر جان رکھ کر بیاہنے آتے ہیں اس لئے ہم میں سے کسی کو زندگی سے پیار نہ ہونا چاہیئے۔ تم خوشی خوشی مجھ کو اجازت دو۔ میں اسی وقت دشمن کے شہر میں داخل ہو کر اصل مطلب کا پتہ لگاؤں گا"!
سب کو اودل کی ذہانت پر اعتبار تھا۔ اور جب اس نے آلھا کا

کا حکم پالیا۔ تبدیل ہیئت کرکے گھوڑے پر سوار ہوکر نیناگڑھ کا راستہ لیا راہ میں روک ٹوک ہوئی۔ مگر یہ سب آدمیوں کے شبہات کو رفع کرتا ہوا اور اپنے آپ کو نیناگڑھ کی رعیت بتاتا ہوا راج مالنی کے گھر جا پہنچا۔ مالنی نے اجنبی آدمی کو اپنے گھر میں داخل کرنے سے اعتراض کیا۔ مگر جب اس کے ہاتھ میں اشرفیوں کا ایک توڑا رکھ دیا گیا۔ اسکی زبان بند ہو گئی اور اس نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا "یہ کس قسم کی خدمت کا معاوضہ ہے؟" اودل نے کہا "جس قدر میں نے تجھ کو دیا ہے۔ اکل اس سے چوگنا دونگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تو یہ خط اور یہ ہار سونوارا اجکماری کے پاس پہنچا دے۔"

مالنی نے بہت رو و کد کے بعد منظور کیا۔ اور اس نے شاہی محل میں جا کر اس کے خط کا جواب لیا۔ اور اُلٹے پاؤں واپس آئی۔ اودل نے پھر اسکو ایک توڑا اشرفیوں کا انعام میں دیا۔ اور چراغ کے سامنے خط لیکر پڑھا۔ مضمون یہ تھا۔

"بانکے اودل! نیناگڑھ کے لشکر پر فتح پانا آسان نہیں ہے۔ راجہ کے پاس ایک ڈھول ہے۔ جس کی نسبت مشہور ہے۔ اندر دیوتا کی دی ہوئی ہے۔ جب یہ بجتی ہے۔ نیناگڑھ کے آدمیوں میں خاص قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کو پورا پورا یقین ہو گیا ہے۔ ڈھول کی آواز کے ساتھ ان کی فتح کی امید وابستہ ہے۔ اگر کسی طرح تم اس ڈھول پر قابض ہو سکو تو ممکن ہے۔ جلد تمہاری مراد بر آئے ورنہ وقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

اودل نے کچھ دیر غور کیا پھر مالن سے کہنے لگا "اگر وفاداری سے کام کرنے کو راضی ہو تو میں تجھ کو مالامال کر دونگا۔" لالچ نے اس کو اندھا بنا دیا تھا۔ وہ راضی ہو گئی۔ اور دیوی کے مندر کے پجاری کو اپنی سازش میں شریک کرکے اس ڈھول کو وہاں سے اُٹھا لائی۔ اور اودل نے

اِس کو بہت کچھ انعام میں دیا اور پھر اسی شکل سے راتوں رات اپنے خیمہ میں واپس آیا ؂

جب صبح کو مرغ نے بانگ دی آلھا کی فوج نے طبل جنگ بجا دیا۔ "نیپالی کے سردار دیوی کے مندر میں ڈھول لینے کے لئے گئے۔ مگر ڈھول تو کہیں اور جگہ پہنچ گیا تھا۔ وہ مایوس ہو گئے۔ مگر بلا زیادہ غور و فکر کے میدان میں لڑنے کے ارادے سے چلے آتے ؂

پھر وہی معرکہ شروع ہوا۔ لڑنے والے تلوار اور بھالے کھینچ کر دشمنوں سے بھڑ گئے۔ ہر دو طرف ہمت والے انسان تھے۔ تلوار سے تلوار ٹکرانے لگی۔ ہاتھیوں کے ساتھ ہاتھی۔ گھوڑوں کے ساتھ گھوڑے۔ پیادوں کے ساتھ پیادے۔ سواروں کے ساتھ سوار لڑنے لگے۔ جس طرح آندھی کے وقت درخت جڑ سے جڑ اُکھڑ جاتے ہیں اور پتے ٹہنیاں ہوا میں اُڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح کہیں ہاتھی گر رہے ہیں۔ کہیں گھوڑے مر رہے ہیں اور سر چار طرف تیروں کے ساتھ آدمیوں کے ہاتھ پاؤں اور سر کٹ کٹ کر اُڑ رہے ہیں۔ سارا میدان مُردوں کی لاشوں سے پٹ گیا مگر کوئی میدان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ جب بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ اودل نے ملکھے اور سید سے مل کر اپنے رائے دی کہ فوج کا ایک حصہ گھوم کر دشمن پر پورب کی طرف سے حملہ کرے دوسرا حصہ میدان چھوڑ کر پچھم کی طرف دشمن کو دھوکا دینے کی غرض سے بھاگ نکلے۔ اس طرح جب ان کے پاؤں اُکھڑ جائیں گے۔ پورب کا رسالہ ان کو بہ آسانی مار لے گا۔ اور ہم بھی لوٹ کر ان کی خبر لیں گے۔"

ملکھے نے اس کو پسند کیا۔ جب کافی فوج پورب کی طرف جا نکلی یہ پچھم کی طرف راہی ہوئے۔ دشمنوں نے سمجھا ہوبا والے خوف سے بھاگ رہے ہیں پیچھا کر دیا۔ کچھ دُور آگے چل کر یہ پھر لوٹ پڑے۔ اور

اِن پر جا دھمکے۔ نیناگڑھ والوں میں ہلچل پڑ گئی۔ اور جب پورب کا رسالہ حملہ آور ہوا تب تو اِن سے کچھ بن نہ پڑی گھبرا گئے۔ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ آلھا اِس طرح اِن کے لشکر پر گرا جیسے تڑپتا ہوا بھوکا شیر بکری بھیڑوں کے گلّوں پر گرتا ہے۔ ملکھے۔ اودل اور سید نے وہ ہاتھ کی صفائی دکھلائی کہ دشمن کے پرے کے پرے صاف ہو گئے۔ جو باقی بچ گئے تھے۔ بھاگ نکلے اور شام کو پھر لڑائی موقوف ہو گئی۔

مہوبا والوں کی دلیری دیکھ کر نیناگڑھ والوں کے چھکے چھوٹ گئے چونکہ انکی ضعیف الاعتقادی کا سامان غائب ہو گیا تھا۔ پہلے ہی سے ہمت کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ اب اور بھی اداسی چھا گئی۔ اور سندربن کے راجہ اری نندن کو معہ فوج کے مدد کے لئے بلا بھیجا۔

یہ بر رسم یلغار گنگا کے کنارے آ پہنچا۔ اور کشتی پر بیٹھا ہوا ناچ کا تماشہ دیکھنے لگا۔ آلھا کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ شکل بدل کر جاسوس کے لباس میں یہ بھی وہاں جا پہنچا۔

تمام دریا کشتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور سب پر کچھ کچھ آدمی موجود تھے۔ اری نندن کی نظر اس پر پڑ گئی۔ ہاتھ کا اشارہ کر کے پاس بلایا۔ جب اس کے پاس گیا۔ حکمت عملی کر کے اُس نے ملاحوں کو اشارہ کر دیا۔ اور کشتی بہہ نکلی۔ آلھا کو کیا معلوم تھا کہ یہ دشمن ہے بے پرواہی سے بیٹھا ہوا تھا۔ جب تھوڑی دیر گزری۔ اری نندن نے کہا "تو آلھا دیش راج کا لڑکا ہے۔ اپنے آپ کو ہمارا قیدی سمجھ" اب جا کر آلھا کے اوسان خطا ہوئے۔ مگر اس نے کچھ جواب نہیں دیا اور اری نندن نے اس کو لے جا کر قید کر دیا۔

اودل کو اسی وقت آلھا کے قید ہو جانے کی خبر ملی۔ یہ بلا کا ذہین آدمی تھا۔ تبدیل ہیئت کر کے بجوگی سے اپنے گھوڑے کے ساتھ

ایک اور گھوڑا بکنے کے لئے آیا ہے۔ وہ اسکی وضع و قطع دیکھ کر خوش ہو گیا قیمت پوچھنے لگا۔ اودل نے کہا: "جب تک گھوڑے کی سواری نہ دیکھ لی جاوے۔ مول بھاؤ کرنا فضول ہے۔ کسی آدمی جرات کر کے اس کے پاس آتے۔ مگر گھوڑے نے کسی کو اپنی پیٹھ پر آنے کا موقع نہیں دیا۔ آلھا جو گھوڑے کا حصہ پر تھا۔ اودل کی باتیں سن رہا تھا۔" سمجھا ہو نہ ہو۔ اودل نے خبر پا کر میرے رہا کرنے کی فکر لگالی ہے" ہمت کر کے اس نے کمر سے تلوار کھینچ لی۔ اور اپنی گارد کے سپاہیوں کو قتل کرتا ہوا بجلی کی طرح تڑپ کر وہاں سے بھاگا اور اچھل کر زین پر آ رہا۔ دیکھنے والوں کو ابھی پتہ تک نہ لگا۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اور وہ اور اودل دونوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر یہ جا وہ جا آدمیوں کو روندتے ہوتے نظر سے اوجھل ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد اپنے خیمہ میں داخل ہوئے۔

ملکھے نے کہا۔ "خیر گذری"

سید بولا۔ "آئندہ ایسی جرات نہ کرنا چاہیئے"

آلھا نے اسی وقت ملکھے سے درخواست کی کہ لڑائی کی تیاری کی جائے۔ نینا گڑھ کی تین لاکھ فوج تباہ ہو گئی ہے۔ اس نے اری نندن کو مدد کے لئے بلایا ہے۔ مگر وہ اس قدر طاقتور نہیں ہے۔ کہ ہمارا مقابلہ کر سکے۔

جب طبل جنگ بجنے لگا۔ دشمن کی فوج پھر مقابلہ پر آئی پھر اسی طرح گھمسان کی نوبت آ گئی۔ آخر میں بھوگا سنگھ۔ جوگا سنگھ۔ بجیا سنگھ نیپالی کے تینوں لڑکے معہ پٹنہ کے راجہ کے زندہ گرفتار ہوتے۔

جس وقت نیپالی نے ان کی گرفتاری کا حال سنا اس کو معلوم ہو گیا کہ آلھا اودل کے سامنے نینا گڑھ کا کوئی سردار نہیں کھڑا ہو سکے گا۔ اس کے دل میں آیا کہ کسی طرح شادی کر کے یہ بلا اپنے سر سے ٹال ہی جاتے مگر اتفاق سے وہاں ماہل اُرئی کا راجہ آ گیا تھا یہ ہمیشہ

سے آلہا اودل کا دشمن تھا۔ راجہ سے کہنے لگا "آلھا کا باپ کشتری مگر ماں اہیرنی ہے۔ اس لئے بد اصل کو لڑکی دینا تمہاری شان کے خلاف ہوگا" "پھر کیا کیا جائے" ماہل نے صلاح دی کہ "ان کو پہلے شادی کے بہانے گھر بلا بھیجو۔ پھر مکر سے قید کرلو" نیپالی نے یہ رائے پسند کی اور اپنا آدمی بھیجکر آلہا اودل کو شادی کی منظوری کی اطلاع دی اور آلہا کو اندر بلا بھیجا ؛

اب تک نیناگڑھ کے قلعہ میں وہ جگہ موجود ہے۔ جہاں آلھا کی شادی کا اہتمام ہوا تھا جب یہ محل کے اندر پہنچے نیپالی کے سرداروں نے ان کو قید کرنا چاہا۔ ملکھے اودل ساتھ تھے۔ ان کے ہاتھ سے بہت آدمی مارے گئے۔ اور گو آلہا کو کچھ عرصہ کے لئے راجہ نے قید کرلیا۔ مگر اودل کی چالاکی اور مالن کی سازش سے وہ وہاں سے نکل بھاگا۔ قلعہ کے باہر اب تک گھوڑے کے ٹاپ کا نشان بطور یادگار موجود ہے ؛

سونوا بھی گجری کے لباس میں محل سے باہر آکر ان میں مل رہی اور اس طرح وہ دشمن کو ذلیل کرکے الہ آباد ہوتے ہوئے مہوبے میں آئے اور ان کو دیکھ کر دیول۔ ملہن اور پرمال کو خوشی ہوئی ؛

اس طرح آلھا کا بیاہ ہوا ؛

دسواں گیت

ملکھان کی شادی

پتھری گڑھ کے راجہ گجراج کی لڑکی کی شادی کی غرض سے اسکے

پروہت جابجا چکر لگا رہے تھے۔ قنوج کے جے چند اور دہلی کے پرتھوی راج کو شادی سے انکار تھا۔ آخر جب گھومتے پھرتے ہوئے گجراج کا لڑکا سورج سنگھ پروہت کے ہمراہ مہوبے کی عملداری سے گزر رہے تھے۔ اتفاقیہ ان سے اودل سنگھ سے ملاقات ہو گئی۔ اودل نے پوچھا "تم کہاں سے آئے اور کہاں جا رہے ہو؟" ان لوگوں نے جواب دیا "ہم پتھری گڑھ کی راج کنیا کے لئے بر تلاش کر رہے ہیں۔" اودل بولا "ملکھان نامی بنافر سردار کی اب تک شادی نہیں ہوئی۔ بہتر ہے تم اس کو ٹیکا کر دو۔" سورج نے کہا "ہم کو راجہ نے ایسا حکم نہیں دیا۔ کیونکہ بنافر کی قوم اوچھی ہے۔ اور کشتریوں میں ان کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی۔"

اودل کو پروہت اور سورج کی بات نہایت ناگوار گزری۔ اس نے کہا "کشتری کا اعلیٰ وصف یہ ہے کہ اس میں مردانگی اور دلیری ہو۔ کس کو تاب ہے جو آج بنافر سرداروں کا مقابلہ کر سکے تم نے شاید آلھا کا نام سنا ہو گا۔ میں ان کا چھوٹا بھائی اودل ہوں اور ملکھان میرے بڑے بھائی ہیں۔ بہتر ہے تم میرے ساتھ ہی چلو۔ اس سے بہتر بر تم کو نہیں نہ ملے گا۔" سورج اور اس کے ساتھی اودل کا نام سنتے ہی کانپ اٹھے اور خوف کے مارے مہوبے میں مقام کر دیا۔

ملہن دیوی اور پرمال بھی یہ نسبت منظور نہیں تھی۔ کیونکہ گجراج کی ناراضامندی کے خوف سے ان کو اندیشہ تھا۔ کہ ناحق خون خرابہ کی نوبت آ جائے گی۔ مگر دیوا نے ان کو تسلی دے کر کہا "اس لڑائی میں شادی تو ضرور ہو گی مگر اس کا آخری نتیجہ آپ کے مفید مطلب ثابت ہو گا۔" تب جا کر راجہ اور رانی دونوں نے اجازت دی۔

اودل نے پروہت کے ہاتھ سے ٹیکا کی رسم ادا کی۔ دیول دیوی کی جگہ رانی ملہن دیوی نے ماں کے اور شاہزادی چندراولی نے بہن کے

فرائض انجام دیئے۔
جب یہ رسمیں ادا ہو چکیں۔ وقت مقررہ پر بارات روانہ ہوئی۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ سوار۔ پیادہ اس کثرت سے ساتھ تھے کہ جب وہ سڑک پر چلتے تھے ان کے پاؤں کے گرد و غبار سے آسمان پر اندھیرا چھا جاتا تھا کچھ عرصہ کے بعد بیاہ ہونے والے پتھری گڑھ پہنچے۔ یہاں ماہل اپنی کا راجہ جو بنافر سرداروں کا دشمن تھا۔ پہلے ہی سے پہنچا ہوا تھا۔ اُس نے گجراج سے مل کر آلہا اودل غیبت کی اور ان کے ساتھ حکمت عملی سے برتاؤ کرنے اور دشمن کو غافل بنا کر بدلہ لینے کی صلاح دی۔
چنانچہ جب ملکھان نے شادی کرنے کی غرض سے محل کے اندر پہنچا دشمنو نے موقع پاکر اس کی مشکیں کس لیں اور کھنبے سے باندھ کر مارنے لگے۔ یہاں تک کہ اس کی شادی کا جامہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔
جس وقت ملکھان کی اس طرح بے عزتی ہو رہی تھی پھلیا نامی مالنی نے گج موتی کو خبر دی۔ وہ دوڑ کر وہاں چلی آئی دیکھتی کیا ہے کہ ملکھان کے ہاتھ پاؤں بے طرح بندھے ہیں۔ اور بے رحمی سے اُس پر مار پڑ رہی ہے گج موتی نے اپنے بھائی سورج سے کہا "یہ کیا کمینہ پن کی کارروائی ہے کیا تم نہیں جانتے۔ آلہا اودل ابھی زندہ ہیں۔ ایک ایک کی کھال کھچوا کر بھس بھروا دینگے۔ اور تم سب کو اس مکر و فریب کے لئے پچھتانا پڑیگا"۔ مگر وہاں اس بیچاری کی کون سنتا تھا۔ آخر اُس نے ملکھان سے متوجہ ہو کر کہا "کشتری! ادھر دیکھ! میں گج موتی تیری استری ہوں۔ گو شادی اب تک نہیں ہوئی۔ مگر پھر بھی میں تیری ہوں۔ تیرے بھائی ہزاروں دشمنوں کے درمیان داؤ پیچ کھیلنے سے نہیں ٹھہرتے کیا تجھ میں طاقت نہیں ہے"۔
عورت کے تحریک کے حکم میں خاص قسم کا جوش ہوتا ہے۔

ملکھانے نے اس کو ایک نظر دیکھ کر زور سے رسّی کو دھر کر دیا مشکیں کھل گئیں۔ کوئی ہتھیار پاس نہیں تھا۔ اس لئے کھمبے کو اکھاڑ کر اسی سے دشمنوں پر وار کرنے لگا۔ تمام صحن لاشوں سے پٹ گیا۔ کسی کا سر ٹوٹا۔ کسی کی چھاتی میں ضرب آئی۔ کسی کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ صحن میں خون کی دھار بہہ نکلی۔

جس وقت ملکھانے نے ہاتھ پاؤں سنبھالے گج موتی محل کے اندر چلی گئی۔ اور اپنے شوہر کی رہائی کی تدبیر سوچنے لگی۔

یہاں جتنے آدمی صحن میں تھے ان میں سے تین چوتھائی ملکھانے کے ہاتھ سے مارے گئے۔ سورج سنگھ عاجز تھا جب اس نے دیکھا کہ ملکھانے کیسا تو عہدہ برآ ہونا مشکل ہے پیچھے سے پھر کر اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ لڑنیوالا کشتری منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ پھر تو دشمنوں کو موقع مل گیا۔ اسکو پھر گرفتار کیا۔ اور محل کے قریب ایک تنگ و تاریک غار میں قید کر دیا۔ جہاں سے بھاگنا آسان کام نہیں تھا۔ غریب اسی میں دیر تک پڑا رہا۔

جب رات زیادہ گزری۔ اوپر کی طرف سے آواز آئی۔ "اے بہادر! اگر تجھ کو رہائی کی خواہش ہے تو رسّی کو پکڑ کر اوپر چڑھ آ۔ یہاں سے بہ آسانی تو اپنے بھائیوں کے لشکر میں پہنچا دیا جائے گا۔"

ملکھانے کا جسم زخموں سے چور چور ہو رہا تھا۔ اسکو حد درجہ کا درد تھا۔ تاہم دل کو ضبط کر کے اس نے پوچھا۔ "تو کون ہے۔ جو مجھ کو رہائی دینے آیا ہے" آواز آئی! "میں گج موتی ہوں جس کا نام روپ دونوں آج سے تیرے نام اور روپ میں محو ہو گئے۔"

ملکھانے نے جواب دیا۔ "سندری! میں مبارک ہوں جس کے لئے تو اسقدر رنج محسوس کر رہی ہے۔ مگر مجھ کو خندق سے نکلنے میں عار

ہے لوگ کل کو بھاگ گئے۔ ملکھا نا عورت کی مدد سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ گھبرانے کی کیا بات ہے! مجھ کو یہ زیادہ عرصہ تک قید میں نہیں رکھ سکتے۔ صرف آلھا اودل کے خبر پانے کی دیر ہے۔ اس لئے تو میری طرح صبر کر۔ ایشور اپنی مدد آپ بھیجیگا۔"

پھر آواز آئی "تو رسی کے سہارے پیڑ سے کھانے پینے کا سامان باندھا ہے۔ اس کو لے لے۔ ایشور واقعی تیری مدد کا سامان مہیا کر دے گا جن کو اس کی مہربانی پر اتنا بھروسہ رہتا ہے۔ اُن کی مدد ضرور کیجاتی ہے۔"

گیارہواں گیت

پتھری گڈھ کی لڑائی

گج موتی شوہر کو کھانے پینے کا سامان پہنچا کر محل میں آئی پھلیا نامی مالنی اس کی ہمراز تھی۔ اُس کو بلا کر کہا "سکھی! میں آج سخت مصیبت میں ہوں۔ کیا تو میری مدد کر سکتی ہے؟"

اس نے کہا "میں تمہارے لئے پہاڑ کی چوٹی سے کود سکتی ہوں سمندر کی تہہ میں غوطہ مار سکتی ہوں۔ اور اگر ضرورت ہو تو جلتی ہوئی آگ میں بھسم ہو جانے کے لئے تیار ہوں۔"

گج موتی بولی "تو جانتی ہے بے ایمانوں نے ملکھانے کو کس فریب سے قید کر رکھا ہے۔ میرا دھرم ہے کہ میں اس کی رہائی کی تدبیر نکالوں میں چاہتی ہوں تو اودل کے پاس جا کر اسکو بھائی کے قید ہونے کی

خبر پہنچا آوے"۔
پھلیا نے کہا "میں کس طرح لشکر میں جا سکوں گی؟"
شاہزادی نے جواب دیا "اس نازک وقت میں کوئی مرد وہاں نہیں جا سکتا۔ عورت کسی نہ کسی تدبیر سے پہنچ سکتی ہے تو میرا خط لے اس کو اپنے جوڑے میں لپیٹ لے جس وقت ملکھان نے چھوٹ جائیگا میں تجھ کو اتنا انعام دونگی کہ تو مالا مال ہو جائیگی"۔
مالن کو پہلے تو کچھ پس و پیش ہوا۔ مگر شاہزادی کی بیقراری دیکھ کر وہ اٹھی۔ اور اودل کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راہ میں دو ایک جگہ اس کی تلاشی لی گئی۔ مگر چونکہ اس کو سب لوگ جانتے تھے۔ زیادہ اعتراض نہیں کیا گیا۔ اور وہ بہانہ بناتے ہوئے کسی طرح اودل کے خیمہ میں پہنچکر اس کو اصل حال سنا دیا۔ اور اس نے اسی وقت جنگ کا اعلان کر دیا۔
صبح ہوتے ہی مہوبے کی فوج نے پتھر ہی گڈھ پر چڑھائی کر دی۔ اِن کو مایل کی جاسوسی و مخبری نے پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ انھوں نے سیما نامی لڑکی راجپوتنی کو جو جنگی فن میں طاق اور شہرہ آفاق تھی۔ اپنی مدد کے لئے بلایا۔ کہتے ہیں۔ یہ عورت جادوگرنی تھی۔ غیرہ وہ آکر اس طرح لڑی کہ اس کی ہوشیاری نے مہوبے والوں کو سخت پریشان کر دیا۔ اور ناقابل بنا دیا۔ سب بے بس ہو گئے۔
جب کچھ بس نہ چل سکا۔ چند روز کی مہلت مانگی۔ اور دلوا سنگھ جلد جلد منزلیں طے کرتے ہوئے مہوبا پہنچا۔ تاکہ اندل کو جو آلھا کا لڑکا تھا۔ فوج کی تباہی کی خبر پہنچا دے۔
اندل کی عمر بہت کم تھی۔ مگر کمسنی کے زمانہ میں ہی وہ اس قدر چالاک اور تیز دست تھا کہ دلیری میں بڑوں بڑوں کے کان کاٹتا تھا۔ مشہور

مشہور سورما اسکا لوہا مانتے تھے۔ اور آلہا اودل سب اس کی بانکپن کی تعریف کیا کرتے تھے۔

جس وقت اندل سنگھ نے سُنا کہ لشکر مصیبت میں مبتلا ہے اسی وقت گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیا۔ سو تو کنور اسکی ماں نے کہا "بیٹے! اکیلا مت جا۔ میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں"۔

اندل ہنسا "لڑائی میں تیرا کوئی کام نہیں تو گھر پر رہ میں باپ اور چچا کو آزاد کر کے چند روز میں آؤں گا"۔

مگر سولوا نے اس کی کچھ نہیں سُنی وہ بھی بیٹے کے ساتھ پتھری گڑھ میں آئی۔ نوجوان کو دیکھ کر مردہ دلوں میں نئی جان پیدا ہوئی۔

جب مہلت کے دن گزر گئے۔ پتھری گڑھ والوں کی طرف سے لڑنے کی درخواست کی گئی۔

اس دفعہ لشکر کی کمان کمسن اندل کے ہاتھ میں تھی۔ اور اس کی ماں سولوا کنور بھی مسلح ہو کر میدان میں آئی۔ آلہا۔ اودل سید سب ہی لڑتے تھے۔ مگر اندل کے لڑنے کی وضع نرالی تھی۔ مہابھارت کے ارجن کی طرح جب اس کے سنسناتے ہوئے تیر نکلتے تھے۔ کالے ناگ بنکر دشمنوں کو ڈس لیتے تھے۔ کئی دن لڑائی ہوئی۔ جس میں اندل اور سولوا کنور نے ہر طرح دشمنوں کو پامال کیا۔

اس طرف سبیما کا لڑنا غضب کا تھا۔ اس کے ہاتھ سے مہوبہ والوں کی بڑی تعداد ماری گئی۔ سولوا نے اندل سے کہا:۔ بیٹے! ذرا اپنے تیروں سے اس شیرنی کی تو خبر لے"۔ مگر اُس نے جواب دیا" ماتا! ایشور نے مجھ کو اسی غرض سے یہاں بھیجا ہے۔ کہ یہ عورت میرے ہاتھ سے ہلاک ہو۔ کیا تو اپنے بیٹے کو عورت پر ہاتھ اُٹھانے کا حکم دیتی ہے؟ سولوا ہنسی کہنے لگی" نہیں بیٹے! نہیں۔ سچے مرد عورت پر

ہاتھ نہیں اُٹھے۔ میں خود اس کو برباد کر دونگی "۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی کمان سنبھالی۔ اور سنیا کا سر تیر کے ساتھ اس طرح آسمان میں اڑتا ہوا نظر آیا۔ جیسے چیل اپنے شکار کو پنجہ میں دبائے ہوئے منڈلاتی ہے۔ سنیا مر گئی اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی گجراج کی ہمت ٹوٹ گئی وہ ہاتھ میں تلوار لے کر جھپٹا۔ آلھا مقابل آیا۔ تلوار چلانے میں دونوں شاطر تھے۔ دیر تک لڑتے رہے۔ آخر آلھا نے پینترا بدل کر اس کو بے دم کر دیا۔ اور مشکیں کس لیں۔

جب سردار ہی گرفتار ہو گیا تو پھر کس کو لڑائی کی ہمت ہوتی۔ گجراج نے امان مانگی اودل نے اس شرط پر اس کی رہائی قبول کی کہ وہ ملکھان کو رہا کرے اپنے ساتھ گج موتی کی شادی کر دے۔ اور چونکہ راجہ بالکل مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے یہ خوشی خاطر اپنی لڑکی ملکھان کو بیاہ دی اور سب ہو یا دولہے دلہن کو لے خوشی خوشی گھر واپس آئے۔

بارھواں گیت

برہما کا بیاہ

پرتھوی راج چوہان دہلی کا طاقتور راجہ تھا۔ اسکی ایک رانی کا نام اگما کنور تھا۔ اس کے بطن سے ایک ماہ پارہ لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام بیلا رکھا گیا۔ جب لڑکی سیانی ہوئی رانی نے راجہ سے اسکی شادی کی درخواست کی۔

پرتھوی راج چاہتا تھا۔ اس کی لڑکی کسی ایسے شور بیر کشتری کو بیاہی جائے۔ جو زور وطاقت میں لاثانی ہو۔ اس لئے اس نے اپنے پروہت اور اپنے بیٹے تاہر سنگھ کو بلا کر کہا۔ "تم دیش دیش جاؤ راجاؤں کو لڑکی کی شادی کا پیغام دو۔ مگر شرط یہ ہے کہ پہلے میرے ساتھ دو دو ہاتھ لڑ لیں پھر میری لڑکی کی ہوس کریں۔"

پتھری گڈھ۔ نروز۔ بوندی۔ اربی۔ قنوج۔ غرضیکہ ہر جگہ پیغام گیا مگر کسی نے شادی منظور نہیں کی۔

جب یہ لوگ مہوبا سے گذر رہے تھے۔ ملکھان سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے پوچھا۔ "تم کہاں سے آئے اور کہاں جاتے ہو؟" یہ بولے "ہم دہلی کی راج کنیا کا تلک لئے ہوئے دیش دیش گھوم رہے ہیں۔ مگر کسی کو شادی منظور نہیں ہے۔ سب پرتھوی راج کے نام سے ڈرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ زمین بہادروں سے خالی ہو گئی"۔

ملکھان نے بولا "یہ تم کیا کہتے ہو۔ دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر ہے تم نے شاید آلھا۔ اودل اور برھما کا نام نہیں سنا چلو برھما کا ٹیکا کر دو۔ ہم شوق کے ساتھ شادی کرنے آئیں گے"۔

تاہر سنگھ پروہت کو لے کر شاہی محل میں آیا۔ جب پرمال اور ملہن دیوی کو حال معلوم ہوا۔ وہ کہنے لگے "برھما ہمارا اکلوتا لڑکا ہے وہ کنوارہ رہیگا۔ لیکن ہم دہلی میں بیاہ کرنے نہ جائیں گے۔ آج دنیا میں کس کو جرأت ہے کہ چوہان کا مقابلہ کرے۔ وہ راجاؤں کا راجہ اور ہندوؤں کا سرتاج ہے۔ یہ شادی ہمارے لئے سخت نامبارک ہوگی اور مہوبے میں ایک متنفس بھی زندہ نہ بچیگا"۔

بنافر نے جواب دیا "میں قول ہار چکا ہوں اب اس کو پلٹ نہیں سکتا اگر بالفرض آپ نے ٹیکا واپس کر دیا۔ تو دنیا پہلے ہی سے ہم کو نیچی ذات

والے سمجھتی ہے۔ یہ بدنامی اور بھی مزید بے عزتی کی باعث ہوگی۔ اس لئے ٹیکا قبول کرلو۔ شاہزادہ کو ہمارے ساتھ کردو۔ جہاں اس کا پسینا گریگا ہم اپنا خون گرادیں گے۔ اس کا بال بیکا نہ ہوگا"
ملہن دیوی بولی۔ "تم اپنی خام خیالی سے باز آؤ۔ میرے یہی ایک اولاد ہے۔ ایشور نہ کرے۔ اگر انہیں کچھ ہوگیا تو یہ خاندان غارت ہوجائیگا"
اودل دیر تک ان کی باتیں کھڑا ہوا سنتا رہا۔ آخر وہ ضبط نہ کرا اور رانی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "سنگھ مال کے پیٹ سے گیدڑ بھی پیدا ہوتا ہے۔ آپ کو کشتری ہو کر ایسی بات زبان سے نہ نکالنی چاہئے۔ بیٹی، خوبصورت عورت صرف بہادر و دلیر آدمیوں کے ہاتھ آتی ہے۔ اس کے ساتھ خطرے آتے ہیں۔ لیکن جو شخص خطرات کا مقابلہ نہیں کرتا کیا وہ عورت۔ شہرت اور حکومت کے قابل ہو سکتا ہے؟ برہما بنیا نہیں ہے نہ کسی بنیانی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ کشتری ہے تو تلوار ہاتھ میں لے اور ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو۔ تم نہیں جانتی کہ کتنی نے کس طرح یودھشٹر کو اس کی صلح پسندی کی عادت کے برخلاف لعن طعن کیا تھا۔ اور آج آپ اس کے برعکس لڑکے کو بزدل بنانا چاہتی ہو۔ حکم ہو۔ ہم دہلی جائیں اور شاہزادی کو بیاہ لائیں"
رانی راجہ اور ان بناقر سرداروں میں دیر تک گفتگو ہوئی آخر جب معلوم ہو گیا کہ آلہا کسی طرح ماننے والا نہیں ہے۔ انہوں نے ٹیکا منظور ہی دیدی اور اسی وقت تاہر نے برہما کو تلک کردیا۔
جب شادی کا مقررہ وقت آن پہنچا۔ مہوبے کی بارات بڑی دھوم دھام کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔
اقرار کے بموجب لڑائی لڑنی ضروری تھی۔ اس لئے پرتھوی راج کے سرداروں نے ان کو لڑنے کے لئے للکارا۔ اودل۔ دیوا۔ ملکھے

سلکھے۔ آلہا وغیرہ سب سجے سجائے تیار تھے۔ ہاتھوں میں تلواریں لے کر سامنے آئے۔ اس وقت دہلی میں گھر گھر بہادر تھے۔ ان سب کو امید تھی کہ موہبے والے آسان شکار کی طرح مار دیئے جائینگے۔ مگر ان کا خیال غلط نکلا پرتھوی راج کے تینوں لڑکے تاہر سنگھ۔ سورج اور چندن سب نے بہت بہت زور مارا۔ مگر بنافر سرداروں کے سامنے کسی کی پیش نہیں گئی۔ اور تھوڑی دیر میں دہلی کے گلی کوچوں میں خون کی ندی بہنے لگی۔

پرتھوی راج ان کی بہادری کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ماہل جو در پردہ موہبے والوں کا دشمن تھا۔ اس کو لڑکے اور آلہا اودل کو سزا دینے کے لئے بھڑکا رہا۔ مگر پرتھوی راج نے کہا "ہماری شرط یہ ہے کہ باراتی دو دو ہاتھ ہم سے پہلے لڑلیں۔ تب لڑکی کے بیاہنے کی خواہش کریں یہ شرط پوری ہو گئی۔ اور اب ہم زیادہ خونریزی کو پسند نہیں کرتے"۔

جب لڑائی ختم ہو چکی۔ پرتھوی راج نے موہبے والوں کو اپنا مہمان بنایا اور پھر دھوم دھام سے لڑکی کی شادی برہما کے ساتھ کر دی۔ اور جہیز میں بہت کچھ ملک و مال برہما کو دیا۔

جس وقت بارات موہبے واپس آئی پرمال اور ملہن بہت خوش ہوئے کیونکہ اس شادی سے ان کو بہت بڑی عزت نصیب ہوئی اسکی خوشی میں موہبے میں متواتر کئی دن تک جشن ہوا کئے۔

تیرھواں گیت

اودے سنگھ کا بیاہ

برہما کی شادی میں یہ بات سب کو معلوم ہو گئی کہ ماہل بنافر فساد

ہے۔ اور مار آستین بنا ہوا ہے جلتیہ آگ لگاتا پھرتا ہے۔ اس لئے آلھانے اس کو قید کرنا چاہا مگر وہ کسی طرح اُن کے ہاتھ سے نکل بھاگا۔ جب سب لوگ امن و امان سے رہنے لگے۔ اس نے پریمال سے ملکر پھر بنافروں کے برخلاف کان بھرنے شروع کئے۔

ایک دن مہوبا کا دربار لگا ہوا تھا۔ بہت آدمی بیٹھے ہوتے تھے۔ ماہل نے کابل کے گھوڑوں کی تعریف کی اور پریمال سے کہا "جس کا اصطبل کابلی گھوڑوں سے خالی ہو۔ اس کی نسبت کہنا چاہئے۔ کہ اُس کو گھوڑوں کا شوق نہیں ہے"۔

مہوبا میں سچ مچ کابلی گھوڑے نہیں تھے۔ راجہ نے تو کچھ جواب نہیں دیا۔ مگر اودل سنگھ کی زبان سے نکل گیا "کچھ پرواہ نہیں میں جاتا ہوں کابل سے اچھے اچھے گھوڑے خرید لاؤنگا"۔ پریمال نے کہا لڑکے اہونش کی دوا کر مجھ کو گھوڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کابل کی راہ نہایت خطرناک ہے کون جانے کیا پیش آوے اور پھر میں نہیں چاہتا کہ میرے سردار مجھ سے علیحدہ رہیں"۔

اودل سنگھ نے جواب دیا "مہاراج! آپ کچھ فکر نہ کیجئے۔ مجھ کو جانے دیجئے میں آپ کے اصطبل کے لئے گھوڑے ضرور لاؤں گا"۔

پریمال نے بہت کچھ سمجھایا۔ مگر لڑکے نے ایک نہ مانی۔ راجہ کو سلام کرکے گھر آیا اور کابل جانے کا ارادہ کر لیا۔ ماہل کی مراد بر آئی وہ جانتا ہی تھا یہ کسی طرح الگ تھلگ ہو جائیں تاکہ ان کی قوت منتشر ہو جائے۔ تب بدلہ لینے کا خوب موقع ملے گا۔

اودل کابل کی طرف روانہ ہوا۔ آلھا کو دلوا سنگھ راجہ کے حکم سے اس کے ساتھ گیا۔

جب منزلیں طے کرتے ہوئے۔ یہ ترودیں پہنچے۔ اس شہر کی

وضع قطع دیکھ کر سخت متعجب ہوئے مرد و عورت سب خولصورت اور وضعدار تھے۔

ایک جگہ کنوئیں پر عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔ یہ ان کی طرف جھکے۔ پوچھنے لگے "یہ کون شہر ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اور کون راجہ یہاں راج کرتا ہے؟"

عورتیں نوجوان تھیں۔ الھڑپن کے دن تھے مسکرائیں اور ہنسی کے لہجہ میں کہنے لگیں۔ "واہ رے ناداں پردیسیو! تم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ نرور شہر ہے۔ یہاں کا راجہ نرپت سنگھ ہے جس کی لڑکی پھلوا دیوی کی خولصورتی کی گھر گھر تعریف ہو رہی ہے۔ جس نے ایسی حسین دیوی کو نہیں دیکھا۔ اس نے زندگی کا کچھ پھل نہیں پایا!"

اودل نے دیوا سے کہا "میں اس شاہزادی کو دیکھنا چاہتا ہوں تم چند روز یہاں قیام کرو۔ اس کے بعد پھر کابل چلیں گے۔ جلدی کیا ضرورت ہے!"

دونوں نے آپس میں کچھ دیر تک مشورہ کیا پھر شہر میں جاکر ایک مالنی کے یہاں ڈیرہ جمایا۔

جب شام کا وقت ہوا۔ مالنی سے اُن کی بات چیت ہوئی اثنا رگفتگو میں معلوم ہوا کہ وہ نیپا گدھ کی رہنے والی ہے اور شاہزادی پھلوا کے ساتھ کی کھیلی ہوئی ہے۔ پھر تو ان کے درمیان ایک قسم کی خصوصیت پیدا ہو گئی۔ اور جب اودل سنگھ نے اپنے راز سے واقف کیا وہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھکر اس کی مدد کرنے سے صاف انکار کر گئی مگر جب اودل نے پانچ اشرفی ہاتھ میں رکھدی۔ اسکی زبان بند ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد کہنے لگی "اچھا تم آج اپنے ہاتھ سے ہار بناؤ اور اسمیں ایک خط اور انگوٹھی رکھدو۔ میں راجکماری پھلوا کو دیدوں گی۔ اور دیکھوں گی کیا نتیجہ ہوتا ہے!"

اودل نے خوشی خوشی ایک خوبصورت پھولوں کا ہار تیار کیا جو معمولی ہاروں سے زیادہ بڑا اور زیادہ چوڑا تھا۔ اور اسی میں پھولوں کی لپیٹ میں ایک چھٹی رکھ دی جس کے ساتھ انگوٹھی بھی تھی ۔

ہر نیا مالنی شام کے وقت شاہی محل میں پہنچی۔ پھلوا راجکماری علیحدہ بیٹھی ہوئی تھی۔ موقع اچھا تھا۔ اُس نے جھک کر سلام کیا۔ اور ہار پیش کئے۔ ہار کی خوشنمائی اور نفاست نے شاہزادی کے دل کو اپنی طرف مخاطب کر لیا۔ وہ شوق کے ساتھ اسکو دیکھنے لگی۔ آخر کاغذ کے رقعہ پر نگاہ گئی۔ حیرت اور تعجب کے ساتھ جب اس کو کھولا۔ سونے کی انگوٹھی کھن سے نیچے گر پڑی ۔

چراغ کی روشنی میں خط کو پڑھا۔ خط کیا تھا۔ عاشقی اور غلامی کی دستاویز تھا اس کی عبارت کچھ اس قسم کی تھی ۔

"راجکماری!

میں مہوبے کا اودل سنگھ ہوں۔ تو مانڈو ویس کی وجے سینی ہے۔ جو اب نرور میں پیدا ہوئی ہے۔ تو نے اس جنم میں میرا حال سنا ہوگا۔ میں تیرے پہلے جنم کے حال سے بھی واقف ہوں۔

ازل سے ہے جو باہم شرط و اقرار وفائے عہد کو بندہ ہے تیار

تو نے مرتے وقت وعدہ کیا تھا کہ دوسرے جنم میں مجھ سے ملے گی۔ میں بھی اسی لئے آیا ہوں۔ جو حکم ہو بجا لاؤں"۔

پھلوا اس خط کو پا کر دل میں باغ باغ ہو گئی۔ کیونکہ اب تک اس کو اپنی خواہش کے موافق ور نصیب نہیں ہوتا تھا۔ ایشور نے گھر بیٹھے مراد پوری کر دی"

مگر وہ تیور بدل کر مالنی سے پوچھنے لگی "کمبخت! سچ سچ بتا۔ یہ ہار کس نے بنائے ہیں؟" وہ بولی "میری بہن کی لڑکی آئی ہے۔ مجھ کو فرصت نہیں تھی۔ میں نے اُسی کو گوندھنے کے لئے دیا ہے۔ اگر اچھے نہ ہوں تو

معاف کیجئے گا۔ ابھی لڑکی ہے"۔
پھُولوا دل میں مسکرائی کہنے لگی " اچھا اس لڑکی کو میرے پاس لے آ۔ میں دیکھوں تو سہی وہ کیسی پھوہڑ اور بدسلیقہ لڑکی ہے۔ جو راجکماریوں کے لئے ایسے بھدے اور بھاری ہار بناتی ہے"۔
مالنی سمجھ گئی تیر نشانہ پر لگا۔ دوسرے دن اودل سنگھ زنانہ لباس پہنے ہوئے محل میں داخل ہوئے۔
تخلیہ پاکر شاہزادی نے بیرخی سے کہا "تم نے کیا سمجھ کر یہ سوانگ بنایا اور اس بخوبی کے ساتھ محل میں آگئے۔ کیا تم نہیں جانتے اگر کہیں میرا بھائی مکرند سنگھ سُن پائے تو ابھی تم کو اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے"۔
اودل نے کہا "کشتری عورت کے لئے ہر وقت جان پر کھیلنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ جو بزدل اور ڈرپوک ہیں۔ اُن کو حسین عورت کے ہاتھ کا کوئی استحقاق نہیں ہے لیکن تم کو کیسے یقین آگیا کہ میں اودل ہوں"؟
پھُلوا نے جواب دیا "میرے پاس تمام راجکماروں کی تصویریں موجود ہیں"۔ اودل بولے "اب تم مجھ کو کیا کہتی ہو"؟
پھُلوا "آج تم میرے پاس رہو۔ رات کو صلاح و مشورہ کرکے بہتر کوئی راستہ قائم کریں گے"!
اودل "یہ سچ ہے۔ لیکن کشتری کا اخلاق حکم نہیں دیتا کہ وہ کسی کنواری لڑکی کے ساتھ رات کو رہے۔ یہ کس قدر غلطی ہے۔ جو میں یہاں تمہارے پاس آگیا ہوں۔ اب مجھ کو حکم دو۔ کہ میں واپس جاؤں۔ میں نے تم کو دیکھ لیا۔ اور اب میں کسی نہ کسی طرح ڈنکے کی چوٹ بجا کر تم کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ کوئی مجھ کو روک نہ سکے گا"!
پھُولوا اس شیردل کشتری کی بات سن کر خوش ہوئی۔ اور جب

ان کے درمیان شادی کے متعلق باہمی قول و اقرار ہو گئے۔ وہ دالنی کیساتھ اسی طرح اُلٹے پاؤں واپس آیا۔

چودھواں گیت

نرور کی لڑائی

عشق بری بلا ہے۔ کہاں کابل گھوڑے خریدنے چلے تھے۔ کہاں نرور میں آکر دل ہی بیچ بیٹھے۔ دیوا نے بہت کچھ سمجھایا۔ شاہی خدمت کی پاکی کی یاد دلائی۔ مگر یہاں تو کچھ اور ہی گتھی ہوئی تھی۔ آگے کی طرف قدم بڑھنا مشکل ہو گیا۔

مجبوراً دونوں نے جوگیوں کا لباس پہن لیا۔ اور اس بہانہ سے ایک آدھ مرتبہ محل میں باریابی کا موقع حاصل کر لیا۔ مگر شبنم سے پیاس نہیں بجھتی دل کی بے کلی بڑھتی ہی ہے۔ پھلوا کے خیال نے اودل کے دل پر اس طرح زبردست تصرف حاصل کر لیا کہ اب رات دن سواء اس کی یاد کے اور کسی کا بھی خیال نہیں آتا تھا۔

چند روز یہ حالت رہی آخر اودل کو بیماری نے آگھیرا۔ اور وہ بستر دوست بن گیا۔ جب ہو بے خبر گئی۔ آلھا مع اور بھائیوں کے اس کے پاس چلا آیا۔ اور اس کو مہوبا لے گئے۔ علاج و معالجہ ہونے لگا۔ مگر سب بے سود۔

ایک دن آلھا کی بیوی کی نگاہ اودل پر پڑی۔ اُس نے مسکرا کر کہا "کیوں معلوم ہوتا ہے۔ نرور کی راجکماری سے آنکھ لڑ گئی۔ اور عشق

کا بھوت سوار ہو گیا۔ کیوں۔ یہ بات سچ ہے نا؟"
اودل نے نگاہ نیچی کر لی۔ بھاوج سیانی تھی۔ اس نے آلھا سے سارا حال کہہ سنایا۔ اس نے راجہ پرمال کو خبر دی۔ پرمال لڑائی جھگڑے کے نام سے کانپتا تھا۔ مگر بنا فریب نا مانتے لگے تھے۔ آخر یہ صلاح ہوئی کہ نرور کے راجہ کے ساتھ لڑکر شادی کی جائے۔
اس ارادہ سے چھنا گڈھ۔ دہلی۔ آسی۔ قنوج۔ سرسار وغیرہ بہت سے راجاؤں کو نیوتا دے کر بلا بھیجا۔ اور جب یہ سب آ گئے نوبت اور نشان کے ساتھ نرور کی طرف مہوبے کی فوج نے کوچ کر دیا۔
جب نرور کے قریب پہنچے دستور کے موافق روپا باری ایپن واری لے کر شاہی محل کے پھاٹک پر پہنچا۔ دربان نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے جواب دیا۔ "ہمارے سردار اودل سنگھ کا بیاہ پھلوا رانی سے کرتے آئے ہیں۔ ہم مہوبا کے رہنے والے ہیں۔ آلھا وغیرہ سرداروں نے مجھ کو ایپن واری دے کر تمہارے یہاں بھیجا ہے۔ تاکہ تمہارے ارادہ کی ان کو خبر پہنچاؤں۔"
جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا انعام لے گا۔ اس نے جواب دیا۔ "چار گھڑی تک میرے ساتھ تمہارے آدمی تلوار چلاویں۔ یہی میرا انعام ہے۔"
لوگوں نے سمجھا باری مسخرا ہے مگر اس کی ضد دیکھ کر آخر ایک آدھ کشتری لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور اس کے ہاتھ سے مارے گئے اور آخر چار گھنٹے تک متواتر لڑ کر وہ خیمہ کی طرف واپس آیا۔ نرور کے کشتریوں نے کچھ دور اس کا تعاقب کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اس کے ساتھ بہت بڑی فوج ہے۔ خوف زدہ ہو کر واپس آ گئے۔
چند گھنٹوں کے گذرنے پر نرور کے نوجوان لڑنے کے لئے تیار ہو کر

چلیے ہاتھی۔ گھوڑے رتھ ہر قسم کا سامان ساتھ تھا۔ خوب لڑائی ہوئی جس میں ملکھے بُری طرح زخمی ہوا۔ اور نکر ند سنگھ نے اس کو قید کر لیا۔ جب اودل سنگھ کو خبر ملی۔ وہ اپنا گھوڑا کودا تا ہوا میدان میں آیا۔ ملکھے کو لوگ باندھے لئے جا رہے تھے۔ اس نے پہنچکر اسکے گرفتار کرنے والوں میں سے ایک ایک کو تلوار کے گھاٹ پر اُتار دیا۔

جب ملکھے رہا ہو گیا۔ نکر ند سنگھ کو غیرت آئی وہ اودل کے سامنے ہُوا دونوں میں دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر اودل غالب آیا اور اُس نے راجکمار کی مشکیں کس کر ملکھے کے حوالہ کیا۔

اس کے بعد دونوں فوج کے سپاہی دل کھول کر لڑنے لگے۔ کئی گھنٹوں تک وہ گھمسان ہوتی رہی کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ اودل نے خاص کر بڑی جرأت کے ساتھ دشمنوں کو تباہ کیا۔

جب نرپت سنگھ نے سنا کہ فوج تباہ ہو گئی اور لڑکا گرفتار ہے۔ وہ آلھا کے پاس ملنے آیا۔ اور کہنے لگا "یہ خونریزی عبث ہے نہ روپا باری ہمارے آدمیوں کو مارتا نہ ہم بدلہ لینے کے لئے تمہارا مقابلہ کرتے اب کافی طور پر لڑائی ہو چکی۔ اس میں کوئی شک نہیں تم نہایت دلیر اور بیباک راجپوت ہو۔ ہم کو اودل کے ساتھ پھولوا کی شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہتر ہے اب تم بہ حیثیت مہمان یہاں قیام کرو"۔

راجہ کی معذرت سن کر آلھا نے نکر ند سنگھ کو آزاد کر دیا۔ اور شاہی محل میں شادی کے انتظام کا حکم دیدیا گیا۔

ماہل نے چاہا کہ شادی میں کچھ فتور واقع ہو۔ مگر نرپت سنگھ نہ مانا کہنے لگا "جو لوگ پرتھوی راج کی لڑکی زبردستی بیاہ لائے۔ وہ کچھ معمولی ذات کے آدمی نہیں ہو سکتے اور میں نے بہ خوشی پھولوا کی شادی اودل کے ساتھ منظور کر لی ہے"۔

آخر اس کی کچھ پیش نہیں گئی۔ اور بڑے شان و شوکت کے ساتھ پھولوا اور اودل کی شادی کا رسم ادا کیا گیا۔ اور وہ دلہن کو لے کر مھوبا آئے اور اس شادی کی خوشی میں جشن کرنے لگے۔

پندرھواں گیت

پرتھوی راج کے ساتھ لڑائی

سامیت دیش کی راج کنیا نے دلی پت پرتھوی راج کو پیغام بھیجا کہ میں مدت سے آپ کا نام لے کر جیتی ہوں۔ باپ دوسرے راجہ کیساتھ شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بہتر ہے آپ جلد آیئے اور مجھ کو یہاں سے لے جایئے۔"

پرتھوی راج اپنے دوست اور مشیر چند کو لے کر وہاں گیا۔ اور حکمت عملی کے ساتھ شاہزادی کو بھگا لایا۔ سامیت دیش والوں نے پیچھا کیا۔ دہلی کے بہت سے آدمی مارے بھی گئے اور زخمی بھی ہوئے۔ مگر پھر بھی پرتھوی راج راجکماری کو ساتھ لئے ہوئے جلد جلد منزلیں طے کرتا ہوا دہلی کی طرف چلا آیا۔ اور کوئی بھی اسکو گرفتار نہ کر سکا۔

جب وہ مھوبا کے قریب سے گزرا۔ پرمال نے اس کی بے سروسامانی کا حال سُنا۔ ماہل اُرئی کے راجہ نے اس کو صلاح دی کہ "موقع اچھا ہے اگر اس وقت پرتھوی راج کسی طرح پامال ہو سکے۔ تو پھر دیش دیش میں مھوبا کی دھاک بندھ جائے گی اور کسی کو مقابلہ کی طاقت نہ رہے گی۔"

ملہن دیوی اس بات کے بالکل برخلاف تھی۔ آلہا اودل میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ دلی پت کی کمزوری کا فائدہ اُٹھایا جائے۔ مگر

پریمال کی نیت میں فتور واقع ہوا۔ وہ کہنے لگا "میں راجہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کیسے موقعوں پر کام کرنا چاہیے۔ جو لوگ میرے ساتھی ہیں۔ خواہ میری رفاقت کا دم بھرتے ہیں۔ ان کو میری مخالفت نہ چاہیے۔ اگر وہ وقت پر دھوکا دینا چاہتے ہیں تو بہتر ہے مہوبا چھوڑ دیں۔ میں اپنا کام خود کر لوں گا۔"

اودل نے بارہا سمجھایا۔ مگر راجہ نے ایک نہیں سنی۔ بدخواہ ماہل اس کو برابر اشتعال دیتا گیا۔ آخر جب کسی کی پیش نہیں گئی طبل جنگ بجا دیا گیا اور چندیلوں نے برچھی کے ساتھ دلی والوں پر حملہ کر دیا۔

چند باروٹ نے بارہا چندیلوں کو سمجھایا۔ مگر ان کے ذہن نشین ہو گیا تھا۔ کہ اب دلی پت میں جان باقی نہیں ہے۔ اس کا مار لینا سہل ہے۔

پرتھوی راج کے ساتھ آدمیوں کی تعداد کم تھی اور وہ بھی سب زخمی تھے۔ جب کسی طرح بچاؤ کی صورت نہیں نظر آئی۔ ان آدمیوں نے اس سے ہاتھ باندھ کر کہا "مہاراج! آپ نئی رانی کو لے کر دلی چلے جائیے۔ ہم چندیلوں کو روک رکھیں گے۔ آپ ہمارا کچھ خیال نہ کیجیے۔ دلی پت اور دلی کی رانی کی سلامتی سب پر مقدم ہے۔"

مگر پرتھوی راج نے اس صلاح کو نہیں پسند کیا۔ وہ بھی اپنے زخمی آدمیوں کے ساتھ لڑنے لگا۔

ایک کے لیے دو بہت ہوتے ہیں۔ یہاں تو صرف سو پچاس آدمی تھے دشمن تعداد میں ہزاروں تھے۔ دلی کے زخمی سپاہی ایک ایک کر کے جان سے مارے گئے۔ اب گنے چنے پانچ سات آدمی باقی رہے۔

ایسی حالت میں لڑنا ناحق جان کو کھونا تھا۔ پرتھوی راج نے للکار کر چندیلوں کو سنایا "آج تم جو چاہو کر لو۔ کیونکہ میرا وقت تنگ ہے۔ لیکن اگر دلی نے مہوبا کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی۔ خواہ تمہاری آزادی مٹی میں نہ ملا دی تو میرا نام پرتھوی راج نہیں ہے۔"

جب دہلی والے کٹ مرے اور شام کو لڑنے والے خیمہ میں گئے۔ رات کے وقت پرتھوی راج نے اپنی نئی بیاہی دلہن کو گھوڑے پر بٹھا کر دہلی کا راستہ لیا۔ اس کے ساتھیوں میں صرف ملک الشعراء چندپرا اور دو چار آدمی باقی رہ گئے تھے۔

صبح کے وقت جب چندیلوں نے پرتھوی راج کے بھاگ جانے کی خبر سنی۔ اُن کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہی۔

سولھواں گیت

آلہا کی جلاوطنی

ماہل اُرئی کا راجہ بنافر سرداروں کا جانی دشمن تھا۔ مگر اسکو موقع نہیں ملتا تھا۔ کہ اپنی دلی عداوت کو عملی جامہ پہنائے۔ اس نے بارہا درپردہ کوشش کی کہ پرمال کسی طرح ان کا مخالف بنجائے۔ مگر پرمال خود اُن کے نام سے ڈرتا تھا۔ اس لئے بہت دنوں تک انکے برخلاف کسی قسم کی کارروائی نہ ہوسکی

ایک دن دربار میں گھوڑوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ موقع پاکر ماہل نے کہا "مہاراج گو آپ کے اصطبل میں اچھے گھوڑے نہیں ہیں۔ مگر آپ کے سرداروں کے پاس لاثانی گھوڑے ہیں۔ اور اس حیثیت میں وہ آپ سے کہیں بڑھ کر ہیں"۔

پرمال نے کہا "میں آلہا سے ایک گھوڑی مانگونگا۔ اور یقین ہے وہ مجھ کو ضرور دیدیگا"!

ماہل نے جواب دیا "میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپکو کبھی اپنی گھوڑی دنیا بعد کریگا"

پرمال بولا "بنافر سرداروں سے زیادہ کوئی شخص میرا وفادار نہیں ہے۔

گھوڑی تو کیا چیز ہے۔ وہ جان تک دینے میں دریغ نہ کریں گے!"
ماہل چاہتا تھا کسی طرح ان کے درمیان اَن بن ہو۔ اس نے موقع پاکر راجہ سے کہا" آپ کیا کبھی میرا کہنا مانیں گے۔ میں کہتا ہوں آلھا اودل سے زیادہ سرکش اور مغرور آدمی آپ کی رعایا میں کوئی نہیں ہے۔ ہزار باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ وہ اپنی گھوڑی آپ کو نہ دے گا۔ اس کا امتحان کر لیجئے"۔
پرمال کو اتنی عقل نہیں تھی کہ ماہل کی اصلی غرض کو بھانپ لیتا۔ اس نے اسی وقت اپنا قاصد دسپراج پور (کالنجر) میں بھیجا کہ آلھا اودل کو حاضر کرے
جب وہ حاضر ہوئے پرمال نے مخاطب ہو کر آلھا سے کہا" آلھا! مجھ کو تمہاری گھوڑی اور پانچ اسکے بچھیڑوں کی ضرورت ہے۔ اس کو تم ہم کو دیدو تاکہ ہمارا اصطبل خالی نہ رہے۔ تم اور گھوڑے خرید کر سکتے ہو"۔
آلھا نے ماہل کی طرف دیکھ کر سمجھ لیا۔ کہ یہ ساری کاروائی اسی کی ہے اس نے راجہ سے کہا" مہاراج! جان مال سب آپکا ہے۔ میں آپکا نمک خوار ہوں۔ یہ گھوڑی بھی آپ ہی کی خدمت کے لئے ہے۔ لیکن میں اس کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پھر میں آپکی خدمت کس طرح بجا لاؤں گا؟"
ماہل نے کن انکھیوں سے پرمال کی طرف دیکھا۔ اس کے غصہ کی آگ مشتعل ہو گئی۔ ماہل کا جادو چل گیا۔ مگر ضبط کر کے اس نے پھر ایک مرتبہ نرمی سے کہا" رعایا کا جان و مال واقعی راجہ کا ہے۔ اس لئے تم کو گھوڑی اور بچھیڑوں کے دینے میں تامل نہ کرنا چاہئے"۔
آلھا دل ہی دل میں راجہ کی نادانی پر پچھتا رہا تھا۔ اس نے سر جھکا کر راجہ سے کہا" مہاراج! نیتی کے برخلاف کام نہ کرنا چاہئے۔ مثل مشہور ہے راجپوت کا گھوڑا استری اور تلوار کبھی نہ مانگنی چاہئے۔ نا شنیدہ آپ مالک ہو" راجہ کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے کہا" تم سخت سرکش اور موذی ہو"

آلہا نے کہا "مہاراج! میں آپکا سردار ہوں۔ سرداروں کی ذلت راجہ نہیں کرتے۔ آپ میرے باپ دیس راج کی خدمات کو یاد کیجئے۔ میں نے خود مہوبا کی کتنی قیمتی خدمتیں انجام دی ہیں۔ دنیا کو میں نے مغلوب کیا۔ ارچھا کے جیتنے والے میرے ہاتھ ہیں۔ بیت بندہ تک میں نے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے اور آپ کا نام کیا۔ پشاور، ملتان سب میرا نام سن کر تھرتھراتے ہیں۔ بوندی کا راجہ تھرتھر کانپتا ہے۔ میں نے آپ کے لئے کمایوں کو فتح کیا۔ اٹک میں لیجا کر آپکا جھنڈا گاڑا۔ میں نے ہی پرتھوی راج کی لڑکی سے برہما کا بیاہ کرایا۔ کہاں تک کہا جائے سینے زخمیں کھائیں۔ تکلیفیں سہیں۔ مہوبے کے لئے سر پر آفتیں مول لیں اور آج آپ مجھ کو سرکش اور موذی بتلاتے ہو!"

پرمال کا غصہ آلہا کی باتوں سے اور بھی بھڑک گیا۔ آخر اس نے ناراض ہو کر یہ حکم سنایا "آلہا! چونکہ تم شاہی حکم عدولی کرتے ہو۔ اس لئے تمہارے لئے یہ فرمان جاری کیا جاتا ہے کہ آئندہ تو دبلے سے جلاوطنی اختیار کرو اور ہفتہ بھر کے اندر اندر کالنجر کا قلعہ اور دوش ہری پور کو خالی کر دو!"

آلہا نے راجہ کو سلام کیا اور دبے پاؤں وہاں سے چلا آیا۔ ماہل کی مراد بر آئی، اور وہ لوگ جو بناؤ سرداروں کے رسوخ کو دیکھ دیکھ کر دل میں کڑھ رہے تھے نہایت خوش ہوئے۔

آلہا کی جلاوطنی کی خبر تمام ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اودل دلوا، بنارس کے سید سب نے یہ خبر سنی آلہا سے ملکر کہنے لگے "گھبرانے کی کیا بات ہے۔ ہم سب لوگ ساتھ ساتھ جلاوطن ہونگے۔ اور مہوبا کو آگ لگا کر تب جاویں گے۔"

جب دیول دیبی کو معلوم ہوا کہ آلہا کی دیس نکالی ہوئی ہے۔ اس نے اس کو پاس بلا کر شروع سے آخر تک سارا قصہ سنا اور کہنے لگی "تم

تم نے اچھا کیا یا برا کیا۔ اس سے بحث نہیں ہے۔ لیکن اب بہتر ہے۔ تمام بہوؤں اور بیٹیوں کو ساتھ لیکر مہوبا سے فوراً کوچ کر دو۔ جہاں ذلت ہو وہاں ایک دم کا رہنا اچھا نہیں ہے۔ مگر اس بات کو یاد رکھو۔ اگر تم سے کسی نے مہوبا کو آگ لگائی خواہ راجہ کو تکلیف دی تو میں بھی معاف نہ کرونگی۔ مہوبا اپنا وطن ہے۔ پر یہاں اپنے وطن کا راجہ ہے۔ جلا وطنی قسمت کے لکھے پر کسی کا اختیار نہیں ہے۔ کوئی نوشتہ تقدیر کو میٹ نہیں سکتا۔ سچ ہے اس مصیبت سے بدتر اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی گھر بار سب چھوٹ رہا ہے۔ عزیز و اقارب سے قطع تعلق ہو رہا ہے۔

"نہ دکھلائے رنج و غریبی کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی
سفر میں رنج ہے اندوہ غم ہے وطن کا چھوٹنا یارو ستم ہے"

خوشتر پھولوا۔ سولوا۔ وغیرہ شاہزادیوں کو اس وحشتناک خبر نے جو رنج پہنچایا بیان سے باہر ہے۔ تمام دش ہری پوری میں کہرام مچ گیا۔ مرد و عورت سب رونے لگے۔ آباد بستی ویرانہ نظر آنے لگی۔ اس کی ساری رونق جاتی رہی۔

رواق و طاق منظر کا اڑا رنگ
ہوا غم سے مشبک سینۂ سنگ
نظر آتے تھے روزن چشم خونبار
مکان شاہ کے ہر طاق و منظر
بنے گریہ سے تھے شکل دیدۂ تر

آس پاس کے رہنے والے ملنے ملانے آئے۔ سب نے آلھا کے ساتھ دلی ہمدردی ظاہر کی مگر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ شاہی حکم کے برخلاف ان کو روکنے کی صلاح دیتا۔

آلھا کو دش ہری پوری میں ایک دن رہنا بھی شاق تھا۔ اس نے اپنے سب ساتھیوں کو بلا بھیجا اور مہوبا کے چھوڑنے کی ہدایت کی۔

جلا وطنوں کا قافلہ جس میں بنافر سرداروں سے علاوہ ان کے بہت سے ساتھی بھی تھے۔ جب وش ہری پور سے گزرتا ہوا مہوبے میں پہنچا۔ رانی ملہن دیوی نے آلہا کو بلا بھیجا۔ افسوس اور رنج کے لہجہ میں رانی کہنے لگی "دیش راج کے لالو! میں نے تم کو اپنا دودھ پلا کر پالا تھا۔ تم سب میرے آنکھوں کے تارے ہو۔ مگر کیا کروں۔ راجہ کو میں نے بہت کچھ سمجھایا۔ وہ باز نہیں آیا۔ تمہاری طرح میں بھی اسکی رعیت ہوں۔ اِسلیئے دم نہیں مار سکتی۔ دم بخود ہوں۔ تم جاتے ہو تمہارے ساتھ مہوبا کی رونق بھی چلی جائیگی۔ بیٹو! جاؤ۔ جہاں رہو۔ ایشور تم کو خوش رکھے" یہ کہہ کر رانی رونے لگی۔ اور آلہا اُودل اسکے پاؤں کو چھو کر وہاں سے روانہ ہوتے۔

ملہن دیوی اور دیول دیوی کا اضطراب نہایت رقت خیز تھا۔ مگر دونو نے چھاتی پہ پتھر دھر لیا۔ اور دیول اپنے بیٹوں کے ساتھ شہر سے باہر آئی۔ جب قافلہ مہوبا کی سرحد سے باہر آیا۔ ایک باغ میں خیمہ نصب کر دیا گیا۔ اور وہاں بنافر سردار آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ "آخر اب کس دیش کو چلیں" کسی نے دہلی کی صلاح دی۔ کسی نے نروَر کا نام لیا۔ آلہا نے کہا "بھائیو! یہ ہماری مصیبت کا وقت ہے۔ تم کو یاد ہے۔ ہم نے اِن سب راجاؤں میں سے سب کو بری طرح ذلیل کیا ہے۔ کیا اس دُکھ کے وقت وہ ہماری مدد کریں گے؟ کبھی نہیں"

دیول دیوی نے کہا "دُکھ اور سُکھ یہ اپنے کرم کے نتیجے ہیں کوئی نہ کسی کو دُکھ دیتا ہے۔ نہ سُکھ دیتا ہے۔ جس وقت جس طرح کا کرم پھل اودے ہوتا ہے اس وقت ویسے سامان خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم مصیبت سے کبھی نہ گھبراؤ۔ راجپوت کی زندگی کا راستہ صاف اور ستھرا نہیں بنایا گیا۔ میری رائے ہے یا تو تم قنوج میں چل کر رہو۔ کیونکہ قنوج کے راجہ سے تمہاری لڑائی نہیں ہوئی ہے یا جنگل میں رہ کر شیروں کی طرح زندگی بسر کرو"۔

سب نے دیول کی رائے پسند کی اور وہاں سے کوچ کر کے سرسہ میں آئے جہاں ملکھان راج کرتا تھا۔ اس نے روکنا چاہا۔ مگر آلھا نے مقابلہ مصلحت نہیں سمجھا۔ پریل۔ بیتوا۔ جہانبر۔ کالپی وغیرہ ہوتے ہوتے قنوج میں داخل ہوئے جے چند اس وقت قنوج کا راجہ تھا۔ اسکے وقت میں ملک خوب آباد تھا۔ قنوج بیسیوں کوس کے رقبہ میں بسا تھا۔ اس میں صرف پان کی تنبولیوں کی بیس بیس ہزار دوکانیں موجود تھیں عطر اور پھولیل کے کارخانے بہ کثرت تھے ہر قسم کے پیشہ والے بہ کثرت آباد تھے۔ شہر کی رونق ان کی نگاہوں میں کھب گئی۔

دوپہر کا وقت تھا جب بنا پھر جے چند کے دربار میں حاضر ہوئے جے چند نے ان سے قنوج آنے کا سبب دریافت کیا۔ آلھا نے شروع سے آخر تک سارا قصہ سنا دیا جب جے چند نے اصل حال سن لیا۔ وہ کہنے لگا۔ "قنوج میں مہوبے کے جلاوطنوں کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔ بہتر ہے۔ تم کہیں اور جگہ جا کر رہو"۔ آلھا نے جواب دیا۔ "جیسا حکم! صرف قنوج ہی ایک ایسی سلطنت ہے جس کو مہاراج کے خلاف شکایت نہ ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اگر یہاں بھی ہم کو پناہ نہیں ملتی تو ہم دیول دیوی کے حکم کے موافق جنگل کے شیر شکار کریں گے"۔

جے چند نے پوچھا "جنگل کے شیر شکار کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

آلھا نے جواب دیا۔ "ہم ایسی جگہ آباد ہونگے جو کسی کے راج میں نہ ہو۔ اور جہاں کوئی شخص ہمارا مقابلہ نہ کر سکے"۔

جے چند مسکرایا "سردار! معلوم ہوتا ہے تم سعادت مند لڑکے ہو۔ اور اب بھی جوانی کی حالت میں اس طرح اپنی ماں کے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔ میں سعادت مند اولاد کو بہت پسند کرتا ہوں۔ اس لئے تمہارا ایک یہ وصف میری خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔ میں اپنے قول کو واپس لیتا ہوں۔ تم قنوج میں خوشی سے رہو"۔

اور جے چند نے آلھا کو خلعت دے کر اس کو اپنے سرداروں میں شامل کر لیا اور سب لوگ قنوج میں خوشی خوشی رہنے لگے۔

سترھواں گیت

لاکھنی کا بیاہ اور بوندی کی لڑائی

بوندی کے راجہ گنگا دھر کی لڑکی کوسما نہایت حسین تھی۔ اب تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس طرف کا قنوج کا شاہزادہ بھی کنوارا تھا۔ گنگا دھر نے اپنے دونوں لڑکوں موتی سنگھ اور جواہر سنگھ کو ورکی تلاش کرنے کو روانہ کیا۔ یہ بوری گڑھ دہلی۔ بسہن وغیرہ مقامات سے گزرتے ہوئے قنوج میں آئے۔

دربار عام کا دن تھا۔ تمام خاص و عام بیٹھے ہوئے تھے۔ بوندی کے راجکماروں نے گنگا دھر کی چٹھی پیش کی۔ اسکو پڑھ کر جے چند نے کچھ ہاں یا نہ نہیں کیا۔ جواہر سنگھ جو اور جگہ سے مایوس ہو کر آیا تھا۔ کہنے لگا "مہاراج! آپ کے گھر میں لاکھنی کنوارا ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم ان کو ٹیکا کر دیں"!

جے چند نے انکار کیا "ہمارے خاندان میں ابھی بوندی میں شادی نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم بھی وہاں اپنے لڑکوں کی شادی نہیں کر سکتے"۔

آلھا وہاں معہ اپنے بھائیوں کے حاضر تھا کہنے لگا "مہاراج! کیا پرواہ ہے۔ گو بوندی یہاں سے بہت دور ہے۔ مگر ہم خیریت کے ساتھ شاہزادہ کی شادی کرا دیں گے۔ صرف آپ کے حکم کی دیر ہے۔ اگر کسی کا بال بیکا ہوا تو ہمارا ذمہ"!

جے چند مسکرایا "بہت اچھا اگر ہمارے سردار اس شادی کو پسند کرتے ہیں تو ہم کو کوئی عذر نہیں ہے"

اجازت پاکر جوالا سنگھ نے لاکھنی کو ٹیکا کر دیا۔ اور پھاگن کے مہینہ میں شادی تیرس کی ساعت بتا کر بوندی کی طرف واپس گئے۔

جب شادی کے چند روز باقی رہ گئے۔ آلھا دیش دیش کے راجاؤں کو ساتھ لیکر بوندی پہنچا۔ جب گنگا دھر نے سُنا کہ قنوج سے بارات آئی ہے وہ خوشی سے تن بدن میں پھولا نہ سمایا۔ کیونکہ وہ لڑکی کے ورثہ ملنے سے دل میں دکھی ہو رہا تھا۔

روپن باری حسب دستور اپنی داری لے کر شاہی محل کے پھاٹک پر پہنچا جب بوندی راج کی طرف سے انعام و خلعت عطا ہونے لگا۔ اس نے کہا "میں سردار آلھا کا باری ہوں۔ میرا انعام صرف یہ ہے کہ جس کو حوصلہ ہو۔ وہ دو ہاتھ میرے ساتھ تلوار چلائے"

گنگا دھر اس باری کے کرتب سُن چکا تھا۔ اس کو امید تھی کہ شادی خیر و خوبی کے ساتھ انجام پا جائیگی۔ مگر روپن باری کی بانکپن کو دیکھ کر اسکو مایوسی ہو گئی۔ [1]

جب روپن باری لڑنے کے لئے للکارنے لگا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ کشتری اسکا سامنا نہ کرتے۔ کئی آدمی مقابلہ پر آتے۔ دو گھنٹے متواتر لڑائی رہی دونوں طرف سے داؤں پیچ ہونے لگے۔ آخر روپن کے ہاتھ سے کئی جانیں ضائع ہو گئیں مگر وہ خود خون سے تر بتر ہو کر وہاں سے صحیح سلامت جان بچا لے گیا۔

جن کے رشتہ دار مارے گئے تھے وہ خون کا بدلہ لینے کے لئے شور مچانے لگے۔ مجبوراً راجہ گنگا دھر نے اپنی فوج کا ایک حصہ آلھا سے مقابلہ کرنے کیلئے

[1] راجپوتوں میں پہلے بغیر لڑائی جھگڑے کے شادیاں نہیں ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے۔

روانہ کیا۔ جواہر سنگھ اس رسالہ کا سپہ سالار تھا ؁

جب دونوں دل آمنے سامنے ہوئے تلواریں چلنے لگیں قنوج اور بوندی کے سرداروں کو اپنی اپنی قومی شجاعت پر ناز تھا۔ فریقین دل کھول کر لڑے قنوج والے سمجھتے تھے۔ بوندی کے راجپوت آسان شکار ہیں مگر جب مقابلہ ہوا تب معلوم ہو گیا کہ وہ ان سے کسی حالت میں کم نہیں تھے آلھا اودل کو اس لڑائی میں لوہے کے چنے چبانے پڑے ؁

کئی دن تک لڑائی رہی۔ صبح سے شام تک بہادر راجپوت لڑتے تھے شام کو اپنے اپنے خیموں میں جا کر زخمیوں کا علاج و مرہم کرتے تھے۔ جب متواتر کئی دن لڑائیاں ہوتی رہیں۔ قنوج والوں کا حال ابتر ہو گیا ان کا لشکر نسبتاً بوندی والوں سے زیادہ ضائع ہوا۔ اور دو سردار اودل اور لاکھن گرفتار ہو کر دشمنوں کے ہاتھ پڑ گئے ؁

جب آلھا نے دیکھا کہ وقت تنگ ہے اور دشمن سے مہلت مانگنا بے عزتی میں داخل ہے۔ اُس نے اپنے بھائی ملکھے کو جو سرسا کا حاکم تھا خط لکھا یہ خط کے پہنچتے ہی برسم یلغار بوندی میں جا پہنچا۔ اس کے آنے سے قنوج والوں کی جان میں جان آ گئی۔ اور دو چند ہمت کر کے اس طرح لڑے کہ بوندی والوں کو ہار ماننی پڑی اور گنگا دھر نے آلھا سے معذرت کر کے نہ صرف اودل اور لاکھن کو قید سے رہا کر دیا۔ بلکہ آخر الذکر کی اپنی لڑکی کو سما سے شادی کی۔ اور تب بارات نئی دلہن کو لے کر قنوج کی طرف واپس آئی ؁



اٹھارھواں گیت

گانجر کی لڑائی!

ایک دن راجہ جے چند کا دربار لگا ہوا تھا۔ امیر اُمرا سب حاضر تھے۔ راجہ تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سب سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا "آج بارہ برس گزر گئے۔ مگر ہمارے باجگزار راجاؤں نے اب تک اپنی خراج نہیں بھیجی۔ ان کو سزا دینی ضروری ہے۔ آپ لوگوں میں سے جس کسی کو مہم پر جانے کا حوصلہ ہو۔ وہ اپنے خیالات کو ظاہر کرے۔"

اور سب سردار ابھی غور و فکر میں تھے کہ اودل سنگھ دیول کا چھوٹا لڑکا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "مہاراج! میں اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ آپ رانا لاکھن سنگھ کو میرے ساتھ کر دیں۔ جب تک سردار ساتھ نہ ہو۔ خراج وصول ہونا غیر ممکن ہے۔ مہم پر میں رہونگا راجکمار صرف خیمہ میں بیٹھے آرام کریں گے۔ جس طرح ہو سکے گا۔ میں آپ کا پیسہ کوڑی کوڑی وصول کر کے بھجواتا جاؤں گا۔"

جے چند نے اودے سنگھ کی طرف نگاہ کی۔ "راجپوت! تم کیا کہتے ہو میری سولہ رانیوں میں یہی ایک لڑکا ہے۔ میں گوارا نہیں کرتا کہ اس کمسنی کے زمانہ میں اس کو اتنے زبردست لڑاکوں کے برخلاف مہم پر بھیجوں۔"

اودے سنگھ نے جواب دیا "چھوٹا یا بڑا کشتری کا لڑکا آگ کا پرکالہ ہوتا ہے۔ جو کام انگارہ کرتا ہے۔ وہی چنگاری بھی کرتی ہے۔ کرشن چندر نے بارہ برس کی عمر میں کنس کو مارا تھا۔ رام چندر نے اس سے بھی کم عمری میں مریچی کو پچھاڑا تھا۔ لاکھن سنگھ کی عمر تو کچھ بھی زیادہ ہے۔

آپ ذرا بھی فکر نہ کریں۔ جب تک اودل کے دم میں دم ہے کس کی مجال ہے کہ راجکمار کی طرف بری نظر اُٹھا کر دیکھ سکے"۔

جے چند تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہا۔ آخر اس نے لاکھن سنگھ کو بلا کر کہا "بیٹے! تجھ کو میرے پیچھے راج کرنا ہے۔ بہتر ہے تو ماتحت راجاؤں کی ریاستوں کا دورہ کر آئے۔ اودے سنگھ تیرے ساتھ جاتا ہے"۔ لاکھن سنگھ نے سر جھکا کر رضامندی ظاہر کی۔ اسی وقت قنوج کے نقارہ پر چوب دی گئی۔ جتنے لڑاکے راجپوت لڑائی کے خواہشمند تھے سر سے پاؤں تک مسلح ہو کر آئے۔ کوئی ہاتھی پر سوار تھا کسی کے ران کے تلے شوخ گھوڑا تھا۔ کوئی پاپیادہ تھا۔ غرضیکہ جس کی جیسی حیثیت تھی۔ وہ اسی لباس میں راجہ کی خدمت ادا کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ اور آناً فاناً میں کئی لاکھ آدمی علاوہ راجہ کی خاص فوج کے وہاں حاضر ہو گئے۔

انگد۔ سنگد۔ مکونا۔ بھونرا۔ بھوما وغیرہ ہاتھی جنہوں نے بارہا لڑائیاں دیکھی تھیں۔ سج کر آئے۔ گھوڑے ہنہنانے لگے۔ گھنٹے اور سنکھوں کی صدا چاروں طرف گونج اُٹھی۔

اودل سنگھ اپنے گھوڑے بینیل پر سوار ہوا۔ اندل سنگھ آلھا کے لڑکے نے منسامنی کی پیٹھ پر زین کسوائی۔ منوہر پر دیوا سنگھ چڑھ گیا۔ جگوگا سنگھ نے بنروپر کاٹھی رکھی۔ غرضیکہ تمام لشکر اس طرح دیکھتے دیکھتے تیار ہو گیا۔

جب راجہ نے فوج کی ترتیب اور آراستگی کو دیکھا مناسب ہدایت سنا کر کوچ کرنے کا حکم دیا۔ لشکر روانہ ہوا۔ اور کئی دن بعد گورکھپور پہنچا جس کا راجہ ہر سنگھ تھا۔

اودل سنگھ لاکھن کی طرف سے خط لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ "بارہ برس ہو گئے تم نے خراج نہیں بھیجا۔ کھتری کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ بہتر ہے۔ خراج لے کر جلد خیمہ میں حاضر ہو ورنہ ہمارے ساتھ لڑائی کرو۔

جس وقت ہرسنگھ نے خط کو پڑھا۔ ہنس کر کہنے لگا" وہ زمانہ لد گیا۔ جب قنوج کو خراج دیجاتی تھی۔ اب یہاں سے ایک کوڑی نہ ملے گی۔ اودل سنگھ سے کہو خیریت اسی میں ہے۔ کہ چپکے سے واپس چلا جائے"!

اس گستاخانہ جواب کو سُن کر اودل کی آنکھیں لال انگارے کی طرح سرخ ہو گئیں۔ اسی وقت لڑائی کا ڈنکہ بجوا دیا گیا۔ ہرسنگھ اور برسنگھ دونو بھائی اپنی فوج کو لئے ہوئے خیمہ کی طرف جھپٹے اور جس طرح شیر ایک دوسرے کے مقابل میں بیخوفی سے لڑنے لگتے ہیں۔ ویسے ہی اودل کیساتھ گتھم گتھا کرنے لگے۔ توپوں سے گولے اسطرح سر ہوتے تھے۔ جیسے آسمان سے پانی کی بوندیں برستی ہیں۔ تمام میدان دھواں سے بھر گیا۔ توپ بندوق کی باڑھ اس کثرت سے ہوتی تھی کہ سننے والوں کے کان کے پردے پھٹ گئے کتنے آدمی زمین پر یوں ہی خوف کے مارے ہمیشہ کے لئے سو گئے۔ کتنوں کے سر ہوا میں اڑ گئے ہمت کتنے بے ہاتھ پاوں کے بن گئے۔

جب توپیں سر ہو چکیں ہاتھی ہاتھی سے گھوڑے سے گھوڑے بھڑنے لگے۔ تلواریں بجلیوں میں چمک کر خون پینے لگیں اور تمام میدان آدمی ہاتھی گھوڑوں کی لاشوں سے پٹ گیا۔

دونوں طرف زبردست لڑاکے تھے دونوں ہی طرف کے آدمی دل کھول کر لڑے۔ کوئی کسی سے اپنے کو کم نہیں سمجھتا تھا۔ بزدل سے بزدل آدمی کی طبیعت ان کی مردانگی کو دیکھ کر جوش سے بھر جاتی تھی"

لڑتے لڑتے اودل اور ہرسنگھ کا مقابلہ ہو گیا۔ اس نے ہاتھ ٹھٹھا کر کہا۔ "تو کیا میرے ساتھ لڑنے آیا ہے۔ تیری ذات غلام کی ہے۔ پہلے تو چندیل کے یہاں نوکر تھا۔ اب جے چند کا نمک خوار ہے۔ راجہ کو شرم نہیں آتی کہ کشتریوں سے لڑنے کیلئے غلام کو بھیجا ہے۔ جا اب بھی اچھا ہے۔ مجھ کو تجھ پر وار کرتے ہوئے شرم آتی ہے"!

اودل سنگھ نے کڑک کر کہا "اے راجپوت! سنبھل جا۔ اسوقت ہماری

تلوار خود اسی بات کا فیصلہ کر دیگی۔ کہ ہم میں سے کون اصلی کشتری ہے"!
ہیرا سنگھ اس پر بھالا لیکر جھپٹا۔ اودل نے اپنے بھالا پر اسکے وار کو روک لیا۔ اور ہیرا سنگھ کا بھالا زمین پر آ رہا۔ اودل نے کہا "کیوں! معلوم ہوتا ہے لڑکپن میں ماں کا دودھ نہیں پیا۔ خبردار ہو جا اب دیکھ دیول دیوی کے دودھ میں کیسی طاقت ہے۔" یہ کہہ کر جس وقت اودل نے تلوار چلائی راجہ نے ڈھال پر روک لی۔ مگر اسکو غش آ گیا۔ اودل نے اسکی مشکیں کس لیں اور اپنے آدمی کے حوالے کیا۔ جب ہیرا سنگھ قید ہو گیا۔ پھر کس کو ہمت تھی کہ بنافر کے سامنے آتا اس نے گوڑھ کا تمام خزانہ لدا کر قنوج روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی قیدی راجہ کو بھی بھیجدیا۔
اس کے بعد بریا کا قلعہ فتح کر کے بیر سنگھ کو بھی گرفتار کیا۔ اور قنوج کی طرف روانہ کر کے اودل آگے بڑھا۔
سانتی سنگھ پٹنی کا راجہ تھا۔ جب فوج سرحد پر پہنچی۔ اس نے آ کر مزاحمت کی اودل ہر وقت لڑنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ سانتی ہاتھی پر تھا۔ جب اودل سنگھ نے گھوڑے کی پیٹھ کو ہاتھ سے تھپتھپایا وہ شیر کی طرح اچھل کر ہاتھی کے سر پر جا پہنچا۔ اودل نے راجہ کی پگڑی کو لپک کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور کہنے لگا "مہاراج دیکھئے۔ آپ کی پگڑی اب میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ راجہ کا خراج دے کر مصالحت کر لیتے ہو تو راج آپکو پھر واپس دیا جائیگا۔ ورنہ اب خیریت نہیں ہے"!
سانتی ہنسا "لڑکے! تو نے ابھی بہادروں کے ہاتھ نہیں دیکھے ہیں یہ کرتب نٹوں کے ہیں۔ اگر کچھ طاقت رکھتا ہے تو سامنے آ کر کشتریوں کی طرح لڑائی کر۔ میں تیرے کرتب کا قائل نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر سانتی نے اپنی فوج کو اشارہ کیا۔ وہ قنوج والوں پر جھپٹی۔ زور شور کی لڑائی ہوئی۔ کتنے آدمی مارے گئے۔ کتنوں کے جسم زخموں کی وجہ سے چھلنی بن گئے۔
اس معرکہ میں اندل کا قدم ہمیشہ آگے رہتا تھا۔ وہ اس طرح میدان

میں بیخوفی سے گھوم رہا تھا۔ جیسے شیر کچھار میں پھرتے ہیں۔ اُس نے ہزاروں کو دم کے دم میں خاک و خون میں ملا دیا۔

لڑتے لڑتے آلھا اور ساتیتی ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ آلھا نے سمجھایا "دیکھئے ناحق خونریزی ہو رہی ہے۔ بہتر ہے آپ خراج دے کر بلا خدشہ راج کیجئے"۔ اس نے کہا "اے اہیرنی کے چھوکرے! تو مجھ کو کیا سمجھانے آیا ہے میں تیرے اصل و نسل کو جانتا ہوں۔ سن جس طرح تیری پیدائش ہوئی ہے دیش راج اور بچھ راج کو جنگل میں دو اہیرنی لڑکیاں ملیں جو سر پر دودھ کے مٹکے رکھے ہوئے جا رہی تھیں۔ راہ میں دو بھینسے ان پر حملہ کرنے کی نیت سے آئے۔ دونوں شہزور تھیں۔ ان کے سینگوں کو پکڑ کر بے قابو کر دیا۔ تیرے باپ اور چچا نے سمجھا۔ اگر ان لڑکیوں کیساتھ شادی کی جاتے تو اولاد مضبوط ہوگی۔ ان لڑکیوں کے نام دیول اور برہا تھے۔ اور انہیں سے تمہاری پیدائش ہے۔ اس لئے تم کو مجاز نہیں ہے کہ تم کسی کشتری کے سامنے دلیری کی ڈینگ مارو اور اُس کو ایسی ناقص رائے دو"۔

دیول کے متعلق گستاخانہ کلمہ سن کر آلھا کی آنکھ میں خون اُتر آیا۔ اُس نے بھالا اُٹھا کر چاہا وار کیا۔ اس نے ڈھال پر روک لیا۔ اور جب گدا لے کر وہ آگے بڑھا۔ اسکی گدا کی ضرب سے آلھا کا ہاتھی بیجان ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ آلھا معہ ہاتھی کے زمین پر آ رہے۔ اندل نے گھوڑا پیش کیا۔ آلھا اُچھل کر اُسکی پیٹھ پر آ رہا۔ اور ہاتھی اسی وقت جان بحق تسلیم ہوا۔

جب آلھا گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ اندل نے پہنچ کر راجہ کا قافیہ تنگ کر دیا۔ جب اس کے سر پر متواتر چوٹ آئی وہ بیہوش ہو گیا۔ لورا اودل سنگھ نے اسکی بھی مشکیں کس کر معہ خزانہ اور لوٹ کے مال کے اسکو فوج بھیج دیا۔

لشکر یہاں سے کوچ کر کے کامرو دیش میں پہنچا۔ یہاں کا راجہ کملاپتی تھا۔ اُس نے بھی مخبر ملک ساگی فوج کی آمد کا حال پا کر اپنی سرحد میں ان کا راستہ

روک دیا۔ اودل اس کے پاس بہ حیثیت سفیر کے جا کر کہنے لگا "مہاراج! میں آلھا سنگھ کا چھوٹا بھائی ہوں شہزادہ لاکھنی سنگھ محصول وصول کرنیکے لئے آپ کے یہاں آیا ہے۔ بارہ برس کا خراج باقی ہے آپ اگر ایک کوڑی کوڑی بے باق کردیں تو ہم ابھی واپس چلے جائینگے۔ ورنہ ناحق آپ کے ساتھ لڑائی ہوگی۔"

راجہ نے کہا "تم کو یہاں سے ایک کوڑی بھی نہ ملے گی۔ ہم جے چند کی سرداری کو قبول نہیں کرتے۔ مدت ہوئی جب سے اسکے ساتھ قطع تعلق ہوگیا ہے۔ تم کو کیسے جرأت ہوئی کہ تم میرے ملک میں اس ارادہ سے آئے کیونکہ راجہ جے چند کو خود اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ادھر آنے کا حوصلہ کرتا۔"

اودل نے کہا "تعجب ہے آپ نے اب تک میرا نام نہیں سنا۔ میرے گھوڑے بیندل کے ٹاپ کی آواز سیت بندرامیشور تک گونج چکی ہے۔ میں نے جے پور کو لوٹ۔ دربتا کو تاخت و تاراج کردیا۔ ارجھا کو ویرانہ بنا دیا۔ پرتھی راج کو خود میرا لوہا ماننا پڑا۔ جمنا۔ بینا۔ کشمیر۔ ملتان۔ بوندی۔ آنک غرضیکہ یہاں کے تمام راجے میرا نام سنکر کانپ اٹھتے ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ میں تم کو نہیں جانتا"

راجہ نے کہا "کچھ ہی ہو کسی طرح اب جے چند کو خراج نہیں ملسکتی"۔

جب اودل کی رسالت اور سفارت بے سود ثابت ہوئی۔ اسکی واپسی پر طبل جنگ بجوایا گیا۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی آخر میں راجہ کملاپتی بھی زندہ گرفتار ہوکر قنوج کیطرف روانہ کیا گیا۔ اور اسکا مال و اسباب سب راجہ جے چند کے خزانہ میں داخل ہوا۔

کامردیش کے فتح کرنے کے پیچھے وہ بنگال دیش میں آئے۔ جہاں ایک گورکھا کی حکمرانی تھی۔ یہاں بھی لڑائی ہوئی۔ اور اس راجہ کیساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا گیا۔ آنک کا راجہ مرتا منوہر بڑا لڑاکا مشہور تھا۔ اس نے حماقت سے کہا۔ "جے چند کون ہوتا ہے۔ میں خود اس سے خراج لونگا"۔ اسکا نتیجہ لڑائی ہوئی جس میں اسکو نیچا دیکھنا پڑا نہ صرف وہ خود قید ہوکر قنوج آیا بلکہ اس کا جمع کیا ہوا

اثاثہ بھی قنوج کے شاہی خزانہ میں چلا آیا ؛

جنسی کے راجہ جگمنی کے یہاں بھی خراج باقی تھا۔ اُسکے پاس بھی تقاضا بھیجا گیا۔ اسکو بھی قنوج کی متابعت سے انکار تھا۔ مجبوراس کو بھی شکست دے کر قید کرکے جبر و سختی کیسا تھ خراج وصول کیا گیا اور وہ بھی قنوج کے قیدخانہ میں پا بزنجیر ہو کر روانہ کیا گیا ؛

رُوسنی والا انجھا کر چنیا۔ گورکھ پور کا رتیس سورج۔ پٹنا کا راجہ پورن اور بنارس کا راجہ بنسیامنی۔ یہ سب یکے بعد دیگرے سخت معارپہ کے بعد قید ہوئے اور جے چند کے پاس بھیجے گئے ؛

تیرہ مہینہ تیرہ دن تک گانجر کی لڑائی رہی۔ اس میں اودل نے بارہ بڑے بڑے راجاؤں کو شکست دے کر قید کر لیا۔ اور اسکو کوئی بھی شدید صدمہ نہیں پہنچا۔ جب لشکر واپس آرہا تھا۔ راہ میں ایک دن لاکھنی سنگھ اور اودل سنگھ سے بات چیت ہونے لگی۔ شاہزادہ اس کی قیمتی خدمات کے اقرار میں کہنے لگا۔ شاباش! اودل! تمہاری بہادری کا کشتری آج کوئی بھی دنیا میں نہیں ہے آفرین ہے تمہارے ماں باپ کو اگر تم میرے ساتھ نہ ہوتے تو کیا کبھی ممکن تھا کہ اس طرح گانجر کی لڑائی بہ آسانی طے پا جاتی! سچ سچ تم نے بہت بڑا کام کیا اور دنیا میں جس قدر تمہاری دلیری اور بہادری کی تعریف ہو کم ہے ؛

اودل نے کہا۔ "راجکمار! یہ کیا بات ہے۔ کشتری تو ایسے کام کے لئے پیدا ہی ہوا ہے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں۔ وہ آپ کی قدر دانی ہے۔ لیکن یہ تو فرمایئے۔ جب وقت آئیگا۔ آپ کو میری خدمات یاد رہینگی۔ یا آپ ان کو بھول جاویں گے ؛

لاکھنی سنگھ نے جواب دیا۔ "بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اودل کی جانفشانی اور جاں نثاری کے کارنامے مجھ کو یاد نہ رہیں۔ میں جب تک زندہ رہونگا۔ تمہارے خدمات مجھ کو ہمیشہ یاد رہیں گے"؛

اودل نے کہا "میرے بھی جب تک دم میں دم باقی ہے۔ میرا سر اور میرے بھائی بھتیجوں کے سر ہمیشہ قنوج کے تخت کے پایوں کا کام دیتے رہیں گے"!
قنوج کا لشکر خیر و خوبی فتح کے ڈنکے بجاتا ہؤا واپس آیا۔ جے چند نے بڑی خوشی منائی۔ گھر گھر شادیانے بجنے لگے اور قنوج کے باشندے غرور اور ناز سے کہنے لگے۔ آج دنیا میں کوئی شہر ایسا نہیں ہے۔ جو رونق اور عظمت کے لحاظ سے قنوج کا ثانی ہو۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ قنوج اسی حیثیت کا شہر بن گیا تھا۔

اُنیسواں گیت

برسا یا سوا کی لڑائی!

ایک وقت کا ذکر ہے۔ ماہل اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی آیا۔ جب پرتھوی راج نے اسکے آنے کا حال سُنا عزّت اور تعظیم کیساتھ پیشوائی کی۔ اور اپنے محل میں رہنے کی جگہ دی۔ اور بڑی خاطر و تواضع کے ساتھ پیش آیا۔
جب دو تین دن گزر گئے۔ ماہل نے پرتھوی راج سے کہا "مہاراج! موقع اچھا ہاتھ آیا ہے۔ آلہا اودل آج کل قنوج میں ہیں۔ پرمال نے انکو جلاوطن کر دیا ہے۔ مہوبا اور برسا دونوں آسان شکار ہیں۔ صرف آپ کے ذرا ہمت کرنے کی دیر ہے۔ وہ خود بخود آپ کے قبضہ میں آ جائیں گے۔ اور اگر اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھایا گیا تو ایشور جانے آگے چل کر کیا حال ہو"۔
پرتھوی راج کو یہ صلاح پسند آئی۔ چند دوسرے مصاحبوں سے رائے لیکر کئی دن تک سوچنے سمجھنے کے بعد اس نے فوج کے کوچ کرنیکا حکم

دیا جب سرسا پانچ کوس رہ گیا۔ پرتھوی راج نے اپنے لڑکے جونڈا سنگھ تاہر سنگھ اور جیندن سے متوجہ ہو کر کہا "بیٹو! ملکھان سنگھ سرسا کے راجہ سے جا کر کہدو۔ اب انتقام کا وقت آ گیا ہے۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ اپنے زخمی سپاہیوں کے خون کا بدلہ لونگا۔ یا تم سرسا کے قلعہ کو مسمار کر کے ہماری ماتحتی اختیار کرو۔ یا اگر ہمت ہے تو لڑائی کر لو۔"

جب ملکھے نے سنا کہ پرتھوی راج چڑھ آیا ہے۔ وہ اپنی ماں برما کے پاس گیا اور اس کا پاؤں چھو کر بولا "ماتا! دلی پت نے مہوبے کی دشمنی سے ہم پر چڑھائی کی ہے۔ حکم دو کہ ہم اس کے مقابلہ کے لئے جائیں۔" برما کو کچھ تامل ہوا۔ وہ دل میں سوچنے لگی۔ آلہا اودل میں سے کوئی شخص یہاں موجود نہیں ہے۔ اکیلا ملکھان رہ گیا ہے۔ پرتھوی راج نہایت زبردست لڑاکا ہے۔ کون جانے کیا پیش آوے۔ مگر پھر اس نے دعا دیکر کہا۔ "جا بیٹا دلی پت سے لڑائی کر۔ جو کشتری جنگ کے موقع پر دشمن کے للکار کو سن کر پیچھے ہٹتا ہے۔ وہ نرک گامی ہوتا ہے یہ سچ ہے تیرے بھائی یہاں نہیں ہیں مگر کچھ مضائقہ نہیں۔ کشتری کو ہمیشہ اپنے ہی قوت بازو پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔"

ماں کا حکم پا کر ملکھے نے فوج کو آراستہ کیا۔ اور دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ راہ میں پرتھوی راج کے لڑکے ملے اور کہنے لگے "راجا ملکھان سنگھ! دلی پتا کا حکم ہے کہ سرسے کے قلعہ کو منہدم کر دیا جاوے۔"

اس نے جواب دیا "راج پترو! ذرا سوچ سمجھ کے بات کیا کرو۔ جن ہاتھوں نے خود قلعہ کو تیار کیا ہے۔ کیا وہ کبھی اس کے مسمار کرنے کو راضی ہو سکتے ہیں۔ یہ صرف حماقت کی گفتگو ہے۔ پرتھوی راج کی کیا مجال ہے کہ ایسا حکم دے۔ تم اس وقت سفیر کی حیثیت میں آئے ہو۔ اس لئے میں تم کو کچھ نہیں کہتا۔ جاؤ۔ راجہ کو کہدو۔ ایسی باتوں سے باز آوے۔ اور اگر اس کو لڑنے کی خواہش ہے تو "یہاں چوگان ہیں میدان ہیں گو ہیں" ہم اس کو

جواب دینے کیلئے تیار ہیں۔ کشتری رن سے کبھی نہیں بھاگتے۔ کہو۔ وہ ہمارے مقابل آکر کھڑا ہو۔

شاہزادے واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد دلی اور سرسا کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ لڑائی کے باجے بجنے لگ گئے۔ جن کے سننے سے بزدلوں کا دل بھی جوش کے ساتھ اچھلنے لگا تھا۔

اس زور کی گھمسان ہوئی کہ جس کا حد و حساب نہیں دونوں طرف کے لشکر لڑنے لگے۔ اس طرح کی گتھم گتھا ہوئی کہ کسی کو اپنے پرائے تک کا خیال نہیں رہا۔ مردوں کی لاشوں کے چبوترے بن گئے۔ اور کٹے ہوئے سروں کے پہاڑ لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

ملکھے آخر آلھا کا بھائی تھا۔ اس طرح لڑتا تھا۔ جیسے شیر بکریوں کے گلے کو برباد کر دیتا ہے۔ پرتھوی راج کے بہت آدمی اس کے ہاتھ سے مارے گئے جب چونڈا سنگھ نے یہ حالت دیکھی۔ للکار کر کہنے لگا "مہاراج سپاہیوں کے قتل سے آپ کو کیا ملے گا۔ آیئے۔ میرے ساتھ دو دو ہاتھ کیجیے۔ میری بھی یہ خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ جنگ آزمائی کروں"۔

ملکھے نے جواب دیا" بہت اچھی بات ہے۔ آؤ مجھ کو منظور ہے"۔

یہ کہکر دونوں بہادر بھڑ گئے۔ تھوڑی دیر تک تلوار سے تلوار بجتی رہی جب تلواروں کی دھاریں کند ہو گئیں۔ دونوں ہاتھ میں بھالا لیکر مقابلہ پر آئے۔ کچھ عرصہ تک بھالے کھڑکتے رہے۔ جب یہ بھی نکمے ہو گئے۔ گدا لیکر لڑنے لگے۔ موقع پا کر ملکھے نے ایسا ہاتھ تان کر مارا کہ پرتھوی راج کا بہادر سپاہی غش کھا کر گر پڑا۔ سرسا والوں نے اسکی مشکیں کس لیں اور اسکو فوراً ہی لے جا کر میدان میں قید کر لیا۔

جب شام کا وقت آیا۔ دونوں لشکر اپنے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ ملکھے نے چونڈا سنگھ کو زنانہ لباس پہنا دیا۔ داڑھی مونچھ مونڈ کر سر سے پاؤں تک اسکو

زیور سے لاد دیا۔ اور صبح ہوتے ہی پالکی میں بٹھا کر کہاروں سے کہا۔ "اس لڑکی کو پرتھوی راج کے خیمہ میں لے جاؤ۔ اور کہو یہ تمہارے دشمن کی لڑکی ہے۔ اس کو قبول کرو۔"

جب پالکی دلی پت کی فوج میں پہنچی۔ پرتھوی راج اسکو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ مگر جب پالکی کا پردہ اٹھایا گیا۔ بالعوض لڑکی کے چونڈا سنگھ پر نظر گئی۔ دلی پت بہت شرمایا۔ پانی پانی ہو گیا۔ اور غیض و غضب کی حالت میں لڑنے کے لئے چلا۔

ملکھے اور پرتھوی راج کا دو بدو مقابلہ ہوا۔ ملکھے نے کہا "مہاراج! آپ نے سخت غلطی کی۔ آپکو میرے ساتھ لڑائی کرنی نہیں چاہئے تھی۔ رن میں پرمال کو اور آپکو بزرگ جانتا تھا۔ اب بھی بہتر ہے آپ جنگ کو موقوف کرو۔ اور دلی واپس چلے جاؤ۔"

پرتھوی راج نے جواب دیا۔ "راجپوت! جو تو کہتا ہے سچ ہے۔ مگر کیا کشتری کبھی رن میں آکر پیچھے قدم ہٹاتے ہیں۔ اگر میں نے سرسا اور مہوبا دونوں کو برباد نہیں کیا تو پرتھوی راج میرا نام نہیں۔"

ملکھے بولا۔ "اگر سرسا کو صدمہ پہنچا۔ تو دلی کو آگ لگا دونگا۔ اور ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑونگا۔"

پرتھوی راج مسکرایا۔ "کشتری! اونچ نیچ کیوں مانتا ہے۔ آسن سنبھال اور لڑائی کے لئے ہمت کی کمر کس کر تیار ہو جا۔ ابھی دم کے دم میں فیصلہ ہوا جاتا ہے کہ دلی یا سرسا میں سے کون برباد کیا جائیگا۔"

پھر لڑائی شروع ہوئی۔ دلی کا توپ خانہ بہت زبردست تھا۔ جب دن رات فیر ہونے لگے۔ آسمان دھواں سے بھر گیا۔ کوسوں تک آدمیوں کے سر اڑ گئے۔ کسی کی کمر کٹی ہے۔ کسی کے ہاتھ پاؤں آسمان میں اڑ رہے ہیں۔

تاہم سرسا کے راجپوت غضب کے لڑاکے تھے۔ وہ لڑائی کے موقع و

محل کو پہنچاتے تھے۔ وہ پیچھے کی طرف سے پھر کر لڑنے لگے۔ ملکھان کیوا نامی گھوڑے پر سوار اپنے سپاہیوں کو للکارتا جاتا تھا۔ اور ساتھ ہی خود تلوار کے ایک ایک وار میں کئی کئی آدمیوں کو مارتا جاتا تھا۔ اِس دن اس کے ہاتھ سے بہت آدمی مرے۔

آخر میں یہ نوبت آئی کہ پرتھوی راج کو پسپا ہونا پڑا۔ ملکھے نے سات کوس تک اس کا پیچھا کیا۔ اور جب وہ دہلی کی طرف واپس چلا گیا۔ یہ بھی سرسا چلے آئے۔

جب سا کی فوج فتح و کامیابی کے ساتھ واپس آ رہی تھی۔ رانی پرما ہاتھ میں آرتی لیے ہوئے اپنے بیٹے کے استقبال کے لئے کھڑی تھی۔ اس نے بیٹے کو دعائیں دیں اور کشتری دھرم پر قائم رہنے کی ہدایت کی۔

بیسواں گیت

ملکھے کی موت اور رس گج موتی کا ستی ہونا

ماہل نہایت شریر اور ناپاک شخص تھا۔ پرتھوی راج شکست کھا کر واپس گیا۔ اس کے دل کو رنج ہوا۔ کیونکہ وہ بنافروں کا جانی دشمن تھا۔ بنافروں نے نہ صرف اس کے علاقوں کو دست برد کر لیا تھا۔ بلکہ کئی موقعہ پر اسکی بے عزتی بھی کی تھی۔ پر اُسمیں بدلہ لینے کی خود طاقت نہیں تھی۔ اس لئے وہ پرتھوی راج کو موقع موقع پر اشتعالک دیتا رہتا تھا۔ جب ملکھے کی فتح ہوئی ماہل رانی پرما کے پاس مبارک بادی دینے آیا۔ اور عرصہ تک مقیم رہ کر سرسا کے تمام کمزور پہلوؤں کو مطالعہ کر کے دہلی واپس گیا۔

پرتھوی راج ملکھان کے مقابلہ میں شکست کھا کر نہایت نادم ہو رہا تھا۔ جب مال نے اس کو سرسا کے حالات سنائے اور کمزور پہلوؤں کو دکھلایا۔ اسکو پھر ایک مرتبہ ہمت ہوئی۔

پرتھوی راج نے لشکر لیکر دوبارہ سرسہ پر چڑھ دوڑا۔ ملکھے کو امید نہیں تھی کہ اس قدر جلد تیار ہو کر وہ پھر لڑنے آدیگا۔ اس نے ذرا غفلت بھی کر دی تھی۔ جب دہلی کی فوج سرسہ کے قریب آئی۔ جاسوسوں نے خبر دی۔ ملکھے اپنی فوج لے کر سرحد پہ آیا۔

دونوں لشکروں میں گتھم گتھا ہوئی۔ دونوں طرف کے آدمی خوب خوب لڑے۔ پرتھوی راج نے چالاکی کر رکھی تھی۔ کئی کوس تک برابر خندق کھدوا کر اسمیں تیر سے اور بھالے گاڑ کر اوپر سے پٹوا دیا تھا۔ لڑائی کچھ اس طرح سے لڑی گئی کہ سرسا والے اسی طرف لئے۔ جدہر خندق تھی۔ ان کے آدمی بہت مارے گئے۔ سیہ چاپتے لڑتے بھی جاتے تھے۔ اور دشمن پر وار بھی کرتے جاتے تھے۔ جب خندق کے قریب پہنچے۔ ملکھان اور اس کے بہت سے ساتھی سنبھل نہ سکے۔ سوار اور گھوڑا دونوں خندق میں گر گئے۔ اور گرنے کے ساتھ ہی بھالوں کی تیز نوکوں سے زخمی ہو کر جان دیدی۔ پرتھوی راج کی بن آئی۔ اُس نے موقع پاکر ناقر کی فوج کو پامال کر دیا۔ اور سرسا کے قلعہ کو اسطرح مسمار کرنے کا حکم دیا کہ اسکا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔

جب برما نے بیٹے کی موت کی خبر سُنی بیہوش ہو کر زمین پہ گر پڑی۔ تمام محلوں میں کہرام مچ گیا۔ رانی گجموتی کی حالت کچھ نہ پوچھو۔ اس کے سر پر مصیبت کا آسمان گرا۔ مگر پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور مسلح ہو کر میدان میں آئی۔

پرتھوی راج سرسا کے بربادی کا حکم دے رہا تھا۔ رانی گھوڑے پر

سوار ہو کر اس کے قریب پہنچی "پرتھوی راج! یہ مت سمجھ لینا کہ ملکھان مر گیا ہیں اسکی رانی اب تک باقی ہوں۔ جب تک مجھ میں جان ہے۔ تمہاری طاقت نہیں ہے کہ سرسا کو برباد کر سکو۔ اگر ہمت رکھتے ہو۔ تو آؤ میرے ساتھ کرو۔"

پرتھوی راج نے دیکھا موقع اور طرح کا ہے۔ اس نے اُسی وقت فوج کو کوچ کرنیکا حکم دیدیا اور بالعموم بچی ہوئی کیساتھ خود بڑھنے کیلئے دہلی چلا آیا۔

جب پرتھوی راج چلا گیا۔ رانی نے شوہر کی لاش کو تلاش کرایا۔ گھوڑے اور سوار دونوں بھالوں سے گھنتے ہوئے برآمد ہوئے۔ رانی نے مردہ لاش کو دیکھکر کہا "ملکھان! تم مکروفریب سے مارے گئے ہو۔ سچی فتح تم کو نصیب ہوئی تمہارا مکار دشمن بری طرح سے مارا جائیگا۔ اور اب اسکو دُنیا میں چین نہ ہوگا"

کبوتر گھوڑے کو دیکھ کر رانی کی آنکھ سے آنسو جاری ہوئے۔ "اے وفادار جانور! تو نے موت و زندگی میں اپنے مالک کا ساتھ دیا۔ تجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہے! میں اب تک جیتی ہوں۔ مگر تو مجھ سے پہلے اپنے مالک کی خدمت میں آ پہنچ گیا"

رانی کی باتیں سُنکر تمام سرسا والے رونے لگے۔ پھر چیار طرف ماتم کی صداؤں سے آسمان گونج اُٹھا۔ در و دیوار سے یاس برسنے لگی۔ ایک پچھڑی تھی جسکو طاسراب نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لوگ کہنے لگے اس پر ست پڑھ گیا ہے اور اس کا حکم پاکر آدمیوں نے چندن کی چتا تیار کر دی۔

جب چتا تیار ہو گئی۔ رانی نے سات مرتبہ اس کی پرکرما کی اور تب شوہر کی لاش کو گود میں رکھ کر جلنے کے لیے تیار ہو بیٹھی۔

بھائی بند۔ خویش و اقارب اور سرسا کے تمام رہنے والے اس نظارہ کے دیکھنے کے لئے ارد گرد کھڑے ہوئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری تھا۔

اکیسواں گیت

مہوبے پر چڑھائی[1]

جب تک چیتا آدمی کا خون نہیں چاٹتا تب ہی تک خیریت رہتی ہے جہاں ایک مرتبہ اس نے انسان کا خون پی لیا۔ پھر وہ کسی اور جانور کی تلاش نہیں کرتا۔ پرتھوی راج نے ملکھان پر کیا فتح پائی کہ اب اس کو مہوبے کے غارت کرنے کا خیال آیا۔

اس نے کیرتی ساگر میں آکر اپنا خیمہ قائم کیا۔ اور مہوبے کو لڑائی کے لئے للکارا۔

مہوبے کی حالت تباہ تھی۔ کس کو ہمت تھی کہ پتھورا کا مقابلہ کرتا! سب کا جی چھوٹ گیا تھا۔ سب کہنے لگے۔ "اگر آج آلھا ہوتا تو راجپوت کیسے خوشی کے ساتھ دشمن کے مقابلہ کے لئے جاتے۔ کون شخص تھا جو آلھا۔ اودل۔ ملکھان اور دلوا سنگھ کا مقابلہ کرتا۔ اب کسی کو اتنی بھی ہمت نہیں ہے۔ کہ پرتھوی راج کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔"

رانی ملہن دیوی دل میں نہایت پریشان تھی۔ یا تو وہ زمانہ تھا جب

[1] چند بارودٹ کے پرتھوی راج راسا کے نوشتہ واقعات اور آلھا کھنڈ کے حالات میں سخت اختلافات ہیں۔ تاہم ان کی نفس مطلب ایک ہے۔ اس لئے ہم نے حتی الوسع دونوں سے بیانات اخذ کئے ہیں۔ آلھا کھنڈ میں لکھا ہے۔ کہ کیرتی ساگر کی لڑائی میں اودل جوگی کا لباس پہنکر لڑنے آیا تھا۔ مگر چند کی تواریخ میں اسکا پتہ نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ زیادہ معتبر ہے۔ اسلئے اسکا بیان یہاں داخل کیا جاتا ہے۔

اودل سنگھ نے کتنے ملک فتح کرکے مہوبے میں ملا لئے تھے۔ یا اب ایسی حالت ہو گئی کہ دشمن لڑائی کے لئے للکار رہا ہے اور کوئی اس کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کرتا۔

جب پرتھی راج نے کیرتی ساگر میں آکر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ چند بار وٹ بہ حیثیت سفیر مہوبے میں آیا۔ پرمال عزت اور تعظیم سے اسکے ساتھ پیش آیا۔ چند نے پرمال سے کہا "مہاراج! دلی پت اپنی بےعزتی کا بدلہ لینے کیلئے آئے ہوئے ہیں یا تو آپ میدان میں چل کر ان کے ساتھ لڑائی کریں۔ یا مہوبے کی کنجی۔ پارس پتھر اور شاہزادی چندراولی کو دے کر صلح کر لیں"۔

پرمال نے کچھ دیر غور کیا۔ پھر کہنے لگا "تم جاؤ۔ اسکا جواب ہم تمہیں پیچھے سے بھجوا دینگے"

جب چند چلا گیا۔ راجہ کے وزیر و امیر دربار میں آئے۔ رانی ملہن دیوی اور اسکی شاہزادی چندراولی بھی موجود تھیں۔ راجہ نے سب سے مخاطب ہو کر "دلی پت آمادہ جنگ ہے۔ اس نے پیغام بھیجا ہے کہ یا تو لڑو۔ یا اس کی شرطوں کو منظور کرو۔ آپ لوگ کیا رائے دیتے ہو؟"

مختلف آدمیوں کی مختلف رائیں ہوئیں۔ کسی نے کہا "آج کوئی پرتھوی راج کے مقابلہ کا آدمی دنیا میں نہیں ہے۔ بہتر ہے۔ اس سے صلح کر لو" کسی نے رائے دی"۔ اس طرح اسکی شرطوں کے قبول کر لینے سے مہوبا کی سخت بےعزتی ہوگی۔ مگر یہ بات کسی کی زبان سے نہ نکلی۔ کہ میدان میں چل کر اس کا سامنا کرے۔

چندراولی راجکماری نے کہا "میرا بھائی برہما سنگھ ایشور کی کرپا سے دلیر اور عالی ہمت ہے۔ اس کو لڑنے کے لئے بھیجدو۔ اس طرح پرتھوی راج کی غلامی منظور کرنی راجپوتوں کی شان کے برخلاف ہے!"

ملہن دیوی اپنی لڑکی کیطرف دیکھ کر کہنے لگی "بیٹی! تو کیا کہہ رہی ہے کیا برہما اکیلا پرتھوی راج کا مقابلہ کر سکتا ہے! اگر آج اودل ہوتا تو اس

کے جانے میں مضایقہ نہ تھا میں اکیلے کبھی اسکو نہ جانے دونگی!"

برمہا بھی سبھا میں موجود تھا۔ اس نے ماں سے مخاطب ہو کر کہا "ماتا! راجپوتنی صرف لڑائی کے لئے اولاد جنتی ہے۔ کشتری دُنیا میں سُکھ کرنے کیلئے نہیں آتا۔ اسکی خوابگاہ تلوار کی باڑہ پر ہی ہے تو کچھ فکر نہ کریں کیرتی ساگر میں جاکر دشمن سے لڑونگا۔ اگر مر گیا تو پیچھے کیرتی (نیک نامی) چھوڑ جاؤنگا۔ اور اگر فتحیاب ہوا تو پھر کیا کہنا ہے!"

ملہن دیوی اس پر راضی نہیں تھی۔ آخر جب اور کشتریوں نے اسکو سمجھایا تب اس نے بہ وقت تمام اس کو میدان میں جانے کی رائے دی۔ برمہا دھوبھی فوج لیکر لڑنے آیا۔ اس میں شک نہیں وہ کئی دن بڑی دلیری سے لڑتا رہا۔ ہر موقعہ پر دشمنوں کے دانت کھٹے کئے۔ مگر ہاتھی اور مچھر کی لڑائی کب تک قایم رہ سکتی ہے! کیرتی ساگر مدن تال وغیرہ مقامات پر اسکو سخت زک اٹھانی پڑی۔ جب چندیل مجبور ہوگئے۔ پرمال نے وزیروں کی صلاح سے پرتھوی راج کے پاس اپنا قاصد روانہ کیا۔ کہ اس سے لڑائی کی مہلت طلب کرے۔

پرتھوی راج ابھی پہاڑ نج ندی کے آس پاس تھا کہ یہ قاصد پہنچا جب عزت و آبرو کیساتھ یہ چوہان مہاراجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ چندیل کا خط دینے کے بعد اس نے کہا "بہ حیثیت سچے راجپوتوں کے آپکو ہماری کمزوری کا فائدہ نہ اٹھانا چاہیئے۔ ہم آپ سے کچھ دنوں کی مہلت مانگتے ہیں جب تک ہمارے جلا وطن شدہ سردار آلہا اور اودل قنوج سے واپس آئیں تب تک آپ لڑائی ملتوی رکھیئے!"

پرتھوی راج نے اس درخواست کو منظور کرلیا۔ اور جب قاصد نے پیٹھ پھیری چوہان مہاراج نے اپنے دوست چند بارد سے جو دہلی کا بھاٹ اور ہندی کے پہلے رزمنامہ کا مصنف ہوا ہے۔ مخاطب ہو کر

پوچھا "چندا! تو جانتا ہے بنافر کیوں جلاوطن کئے گئے تھے۔ اور کس قصور کے الزام میں انکو یہ سزا دی گئی تھی؟" چندنے اس کے جواب میں اسطرح عرض کیا "مہاراج دلیسراج بنافر اپنی عین حیات میں چندیلوں کی فوج کا سردار رہتا تھا۔ جدھر وہ رخ کرتا تھا فتح اس کا کاررپ چومتی تھی ایک مرتبہ ایسا واقعہ ہوا کہ مہوبا کے حکمران نے گونڈوں کے مقابلہ میں شکست فاش کھائی۔ دلیسراج ساتھ نہیں تھا جب اس نے سنا کہ چندیلوں کی عزت جنگلی گونڈوں نے خاک میں ملادی وہ برسم یلغار میدان میں آپہنچا۔ دشمنوں کو لوہے کے چنے چبوائے ان کے قلعہ کو فتح کر کے مہوبا کی عملداری میں ملالیا۔ اور گونڈ سردار کے سر کو تلوار سے کاٹ کر چندیل مہاراج کے قدموں پر رکھدیا پرمال جب فتحیابی کیساتھ مہوبا واپس آیا۔ اس نے دلیسراج کی عزت افزائی کے خیال سے اس کے لڑکوں کو چھاتی سے لگایا۔ اور انکو خلعت و جاگیریں عطا فرمائیں ملن دیوی مہوبا کی رانی اپنے اور اس کے لڑکوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں کرتی تھی۔ جب دلیسراج نے وفات پائی۔ آلہا کالنجر کے قلعہ میں بہ حیثیت جاگیردار رہتا تھا۔ اتفاق سے پرمال کا گزر کالنجر کی طرف ہوا۔ اس نے آلہا کے تیز رفتار گھوڑی کو دیکھ کر پسند کیا مگر آلہا کو دینے سے انکار تھا۔ پرمال دلیسراج کی خدمات بالکل بھول چکا تھا غصہ کی حالت میں اس نے بنافر کو جلاوطنی کا حکم سنایا۔ اور مظلوم آلہا اودل نے خاموشی و سکوت سے اپنے وطن کو خیرباد کہا۔ مگر جاتے جاتے پرجہار سردار کے علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ کیونکہ اسی کے اشتعال سے انکو جلاوطنی کی سزا دی گئی تھی۔ بنافر قنوج چلے گئے۔ ان کی ماں دیول دیوی بھی ساتھ ہے اور مہاراجہ جے چند نے ان کو جاگیر میں گاؤں وغیرہ عطا کئے ہیں"۔

بائیسواں گیت

آلہا کی طلبی!

جب چندیلوں کا بھاٹ پرتھوی راج کی منظوری لیکر واپس آیا۔ ملہن دیوی نے بھری سبھا میں اپنے بھانجے اور زبردست مدبر جگنا ئیک کو بلوایا۔ جب وہ آگیا۔ ملہن دیوی نے اس سے مخاطب ہوکر کہا "جگنک! آج مہوبے پر بلا کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ دشمن سر پر موجود ہے۔ ہر چہار طرف نحوست برس رہی ہے۔ تو قنوج کو جا اور ہمارے سردار آلہا اور اودل کو لے آ۔"

جگنک نے کہا "مہارانی! میں کیا منہ لیکر قنوج جاؤں آلہا سنگھ مہوبے کے محافظ تھے۔ جہاں کسی کا پسینہ گرتا تھا۔ وہ اپنا خون گرا دیتے تھے۔ راجا رعیت امیر وغریب سب ان کے اخلاق کے مداح تھے۔ لیکن ذرا سوچئے تو سہی! جس برسات کے موسم میں لوگ چھُند کی اور ابابیل کے گھونسلوں کو نہیں چھیڑتے۔ کوئی کسی کا گھر نہیں اجاڑتا۔ ایسے دنوں میں بنافر رائے کو دیش نکالا ہوا۔ جلاوطنوں کے ساتھ شاہی عتاب کے خوف سے کسی نے ہمدردی تک کا اظہار تک نہیں کیا۔ آج آپ کہتی ہو۔ آلہا کو بلاؤ۔ کاش! اگر آج ہمارے سردار موجود ہوتے تو پرتھوی راج کو کسطرح مہوبا میں آنے کی جرأت ہوتی۔"

رانی کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اس نے کہا "جگنک! جو تو کہتا ہے۔ سب سچ ہے۔ مگر قسمت میں جو لکھا رہتا ہے۔ بیٹے نہیں ٹلتا۔ تو دنیا میں عقلمند مشہور ہے۔ کیا تو نے کبھی دیکھا ہے۔ انسان نے کبھی کرم اور کال کی گتی پر بھی اختیار پایا ہے۔ اے جگنک! جو ہوگیا سو ہوگیا۔ اب اس

کا خیال کرنا ہی فضول ہے۔

بیتی تاہی لیسار ہے۔ آگے کی سُدھ لے
جن جن منیٹھوں جان لنا۔ تا ہی میں چیت دے

تو اب دیر نہ کر سیدھا قنوج کو جا۔ اور آلہا کو بلا لا۔"

جگنک نے پوچھا "میں انکو آپ کی طرف سے کیا پیغام دوں؟"

رانی نے جواب دیا۔ "تو جا کر۔ آلہا سے کہہ دے۔ فرزندا! آج مہوبے پر وقت تنگ ہے دشمن بر سر جنگ ہے۔ سات لاکھ فوج سرحد پر اس واسطے جمع ہے کہ مہوبا کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔ اب کوئی نہیں رہا۔ جو اپنے وطن کے لئے سینہ سپر ہو کر میدان میں جا دے۔ تم مہوبے میں پیدا ہوئے۔ تمہاری مٹی مہوبے کی ہے۔ تمہارے رگ و ریشہ میں مہوبے کا خون ہے۔ مہوبا تمہاری ماتا ہے۔ اسے سعادتمند بیٹے! جلد آ اور اپنی کو بھی بے عزت ہونے سے بچا لے۔"

جگنک پھر ایک دفعہ بولا "الفرض محال اگر آلہا نے میری نہ سُنی تو میں کیا کروں گا؟"

ملہن دیوی نے جواب دیا "کیا آلہا کا خون سفید ہو گیا ہے۔ جو وہ اپنی رانی کا حکم نہ سنے گا۔ میں نے اسکو اپنی چھاتی کا دودھ پلایا ہے۔ میرا اس پر بہت کچھ حق ہے اور پھر جب مہوبا کی خلقت تباہ ہو رہی ہے وہ کیسے اپنے کانوں میں انگلی دے لے گا! اسے جگنک! میں کسی سچے راجپوت سے ایسی امید نہیں رکھتی اگر آلہا تیری نہ سُنے تو تُو دیول دیوی سے کہنا۔ وقت آگیا ہے کہ تجھ کو اپنے قول کا پاس ہو۔ جس وقت تو بیاہ ہو کر آئی تھی۔ مجھ سے کیا قول و اقرار کیا تھا آج اسکو پورا کر اور دنیا میں نیک نامی حاصل کر جگنک! دیول دیوی کبھی تیری بد سے انکار نہ کریگی۔ تیری زبان میں سرسوتی بستی ہے۔ جا اپنی زبان کی آگ سے ان کے دلوں کو مشتعل کر دے تاکہ وہ یہاں فوراً چلے آویں اور سیّاح رُخم آگ بن کر پرتھوی راج کو جھلس کر خاک سیاہ

دیں۔ تو مجھ سے پوچھتا ہے۔ تیرے ایسے مدبر بھی ایسے موقعوں پر صلاح اور مشورہ بھی لیا کرتے ہیں؟ جا۔ دیر نہ کر مہلت کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔"

جگنک نے سب کو نمسکار کیا۔ شاہزادہ برہمل نے اپنا خاص گھوڑا اسکی سواری کے لئے دیا۔ اور خوشی خوشی سوار ہو کر وہ وہاں سے روانہ ہوا اور جلد جلد منزلیں طے کرتا ہوا قنوج میں پہنچا۔

تیسواں گیت

دیول دیوی کا غصہ

جس وقت جگنک قنوج میں داخل ہوا۔ تمام شہر میں دھوم سی مچ گئی واہ واہ کیا گھوڑا ہے۔ اور کیسا اچھا سوار ہے! یہ معلوم ہوتا ہے۔ سوار اور گھوڑا دونوں ایک ہیں۔ آدمی کیا ہے۔ تصویر ہے۔ لوگ پوچھنے لگے "تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟" اس نے کہا "میں جگنک پرمال کا بھانجا ہوں۔ مہوبے سے آیا ہوں اور آلہا اور اودل کے پاس جانا چاہتا ہوں"

دو آدمی ان کو آلہا کے محل پہنچانے آئے۔ جب بنافر سرداروں نے جگنک کو دیکھا۔ وطن کی یاد نے دل کو تڑپا دیا۔ وطن سے بہتر اور مبارک تر کون سی جگہ ہوتی ہے۔ آدمی پردیس میں ہزار عزت حاصل کرے۔ ہزار دولتمند ہو جائے مگر وطن کی گداگری۔ غیر ملک کی دولتمندی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ مہوبا اب تک بہادروں کو بھولا ہوا تھا۔ جگنک کی شکل و صورت نے اسکی یاد دلا دی۔

دیول دیوی۔ آلہا اور اودل سب نے ملکر جگنک سے راجہ رانی اور مہوبے کے سرداروں کی خیریت پوچھی ۔

جگنک نے موقع دیکھ کر جواب دیا " اے بنافر سردار ! تم مہوبا کا حال کیا پوچھتے ہو۔ جب سے تم چلے آئے ہو۔ مہوبا کی حالت بدل گئی۔ گویا تم مہوبا کی جان تھے۔ نہ اب اسمیں وہ رونق ہے۔ نہ چہل پہل ہے تمہاری جلاوطنی کی خبر پا کر اور میدان کو خالی دیکھ کر پرتھوی راج چوہان چڑھ آیا ہے۔ مدن تال میں اسکا خیمہ گڑا ہوا ہے۔ بیشمار چندیل لڑ کر قتل ہوتے۔ سرسا کا قلعہ چوہان نے برباد کر کے لوٹ لیا۔ چندیل کی فوج غارت ہو گئی۔ برھما شاہزادہ زخمی ہو کر نکما بن گیا۔ اس حالت کو دیکھ کر ملہن دیتی نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ تم جلد وطن کو واپس چلو۔ اور اسکی حفاظت کا انتظام کرو۔ مہوبا تمہارے بغیر سر دآہ بھر رہا ہے۔ ملہن دیتی کی آنکھوں سے ہر وقت آنسو جاری رہتے ہیں۔ وہ تم کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی ہے۔ تم اسکے پیار محبت کو جانتے ہو۔ اسکی آنکھ تمہاری طرف لگی ہوئی ہے۔ سب قنوج کی طرف دیکھ رہے ہیں اے بنافر! میں تم کو لینے کیلئے آیا ہوں۔ اُٹھو چلو۔ مہوبا کی مدد کرو ۔

المدد موقع مدد کا ہے یہ اے بادِ مراد

ڈوبتی ہے اپنی کشتی ناخدا ملتا نہیں

آلہا نے جگنک کی بات سُن کر جواب دیا "ہم کو اب مہوبا خواہ چندیل راجہ سے کیا تعلق ہے۔ ہم بے قصور جلاوطن کئے گئے۔ ہمارا باپ مہوبا کیلئے جان سے مارا گیا۔ ہم نے چندیل کیلئے کیا کیا نہیں کیا مصیبتیں سہیں تکلیفیں اٹھائیں سختیاں جھیلیں مگر جس راج میں قدردانی کا یہ حال ہو لوگ بلاقصور جلاوطن کئے جائیں۔ اے جگنک ! تو بتا دے ہم اس سے کیا امید رکھیں"۔

جگنک نے کہا "کشتری کا دھرم یہ ہے۔ کہ وہ راج بھگت ہو۔ راج کیلئے اپنی جان دے۔ اسکو صرف کرم کرنے کا حق ہے۔ اگر وہ انعام کا

طالب ہے تو کیا وہ دلیروں جوانمردوں میں کشتری کہلائے گا؟"
آلہانے جواب دیا" اے جگنک! میں انعام نہیں چاہتا۔ تو جانتا ہے۔ ہمارے سر مہوبا کے ستون تھے۔ ہم جادوؤں کو زیر کیا۔ سہنڈوں کو غارت کیا۔ کیتھر کے میدان میں چندیلوں کا جھنڈا اکھڑا کر دیا۔ سلطان شہاب الدین کی فوج ہمارے سامنے سے بھاگ گئی۔ گیا تک ہم نے چندیل کا قبضہ کرا دیا۔ ریوان کو مہوبے میں ملا لیا۔ انتر ویدمیں آگ لگادی۔ میوات کے قبضوں کو زمین دوز کر دیا۔ دلیراج نے کتنے راجاؤں سے خراج وصول کیا۔ میں سات مرتبہ جان جوکھم میں پڑ کر سر بکف چندیل کے لئے لڑا۔ چالیس لڑائیوں میں برابر فتحیاب رہا۔ میرا بھائی اودل سات جنگوں سے پرمال کے لئے جیت لایا۔ میں اسکے خاندان کا محافظ تھا۔ مگر دیکھ مجھ کو کس طرح بے قصور محض ماہل پہار کے کہنے سے جلاوطن کر دیا گیا۔"
جگنک نے کہا" جو کچھ تم نے کہا۔ سب سچ ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں مگر چونکہ تم مہوبا کی سلطنت کے ستون ہو۔ تم کو اب بھی شکایت کرنے کا موقع نہیں۔ بہتر ہے۔ میرے ساتھ چلو اور مہوبا کی حمایت کرو۔"
آلہانے جواب دیا" جگنک! اب یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ جہاں میری بعزتی ہوئی ہے۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتا۔"
جگنک بولا" کشتری! یہ کیا بات ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ تم میں وطن کی محبت نہ ہو۔ اور تم کو یاد نہیں۔ پرمال کے باپ نے مرتے وقت اسکو دلیراج کے سپرد کیا تھا۔ تمہارا باپ کس قدر اس سے ملتفت وزیر بار احسان تھا۔ تم دلیراج کے لڑکے ہو۔ آج مصیبت کے وقت جب وہ تم کو وطن کی یاد دلاتا ہوا بلا رہا ہے۔ کیسے تم اپنے راجہ کی آواز نہ سنو گے؟ جو راجپوت اپنے راجہ کو مصیبت میں چھوڑتا ہے۔ وہ نرک گامی ہے۔ اپنے باپ کی خیر خواہی و جاں نثاری کو زندہ کرو۔ راج بھگتی کا تاج سر پر رکھو۔ تمہاری پیدائش

سکے موقع پر اس نے ہزاروں خرچ کیے تھے۔ کیا تکلیف کے وقت تم آج بھی اسکا ساتھ نہ دوگے؟ نہ صرف راجہ بلکہ ملہن دیوی تمہاری رانی بھی حکم دیتی ہے کہ تم بلا کسی پس و پیش کے اس کے حکم کو مانو۔ وہ دیول دیوی تمہاری ماں کو یاد دلاتی ہے کہ تم دھوبا کی یاد کرو۔ کیونکہ تمہاری ماں ہمیشہ کہا کرتی تھی "دھوبا اور میری جان ساتھ ساتھ ہیں"۔ یہ اس کا عہد ہے اور جو پرتگیا کا پالن نہیں کرتا۔ وہ اسوقت نرک میں رہتا ہے۔ جب تک سورج و چاند دنیا کو روشن کرتے ہیں۔"

بنافر کے لڑکوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ دیول دیوی نے پیغام کو سنا۔ اُس نے لڑکوں سے مخاطب ہو کر کہا:-

بیٹو۔ اٹھو خنجر کو ابھی ہاتھ لگاؤ ۔۔۔ دشمن تہ شمشیر ہوں نام اُنکا مٹاؤ
منہ تیروں کا برسے تو کبھی منہ کو نہ موڑو ۔۔۔ جیتا نہ مظلوم کے دشمن کو نہ چھوڑو
جسراج کا خون آج حریفوں کو دکھاؤ ۔۔۔ دشمن کو مزہ اس کی حماقت کا چکھاؤ
وحشت سے ظالم ہو برپا اک برج عدو میں ۔۔۔ بجلی سے تڑپنے لگیں سب خاک و لہو میں
جل جائیں عدو آگ جو خنجر کی نظر آتے ۔۔۔ تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آتے
تلواروں سے سو ٹکڑے اگر ہوگئے گر تم ۔۔۔ میدان سے پھر ہو نہ کبھی اپنے پھرو تم
تلواریں نہ ہوں پاس تو ہاتھوں سے لڑو تم ۔۔۔ ہر طرح مرکر اسی میدان میں گڑو تم
چھوڑو ڈھال کی حاجت نہیں مشتاق اجل کو ۔۔۔ دانتوں سے چبا جاؤ بجلی تلوار کے پھل کو
ان آنکھوں سے کنارے ہوئے بیرے سے تم ۔۔۔ بخشوں گی نہیں دودھ اگر آن پھرے تم
شیروں کے ہیں یہ کام کہ جس طرح کے خنجر ۔۔۔ بنجی سے رکھدیں گا اسے سامنے رکھ کر
توڑیں صفیں جنگ میں جب ہیبت تریں ۔۔۔ جسراج اسی طور پہ میدان میں گرتا ہیں
راضی ہوں اگر جان چلی جائے تو جائے ۔۔۔ ہر کوئی تھوبا کی نہ حماقت کو سنائے
اٹھو بیٹھو یا کچھ عزم وطن کا کرو دونوں ۔۔۔ دشمن کو زیاں کرکے جیو یا مرو دونوں

آلہا تو ماں کی بات سن کر کانپ اٹھا مگر اودل نے زور سے بآواز بلند

کہا: "مہوبا پر بلائیں نازل ہوں! ہم کیسے اس دن کو بھلا دیں جس دن ہم کو بےقصور جلاوطن کیا گیا۔ مہوبا چلتا رہے یا جل جائے۔ میرے لئے یکساں ہے آج سے میرا قنوج میرا گھر ہے!"

بیٹے کا جواب سُن دیول دیوی کی آنکھیں غصے سے لال ہو گئیں۔ "ہائیں میں یہ کیا سُن رہی ہوں۔ ایشور! تو نے مجھ کو بانجھ کیوں نہیں رکھا۔ میرے لڑکے اور راجپوت کے دھرم کو تلانجلی دیں! میرے کوکھ کے جائے اور اپنے مصیبت زدہ راجہ کی مدد سے انکار کریں!" اس قدر لفظ اس کی زبان سے نکلنے پائے تھے کہ اس پر رنج کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا "دیوا! کیا تو نے اسی بے عزتی کے لئے مجھے ماں کی تکلیفیں دی تھیں۔ یہ بنافر کے نام کو بٹہ لگانے والے بدکار لڑکے کیسے میرے پیٹ سے پیدا ہوتے ناخلف اولاد۔ نالائق لڑکو! جگنک کا نام سُن کر راجپوت کا دل اُچھل پڑتا ہے۔ تم راجپوت نہیں ہو۔ نہ دیسراج سے تمہاری پیدائش ہے۔ غفلت میں کسی بزدل مکار نے میری دامنِ عصمت کو چاک کیا ہوگا۔ اور اسی کے خون سے تم پیدا ہوئے ہو۔ سن رکھو اگر تم دھرم سے پیٹ پھیر کر میدان سے منہ موڑتے ہو تو میں تم کو بددعا دونگی اور ماں کا سراپ شاہی نمکحرامی سے بھی زیادہ خوفناک سزائیں دیتا ہے۔ اور جنم جنم تم کو نجات نہیں ملیگا۔

کرتے نہیں گر سر کو فدا ماتا کے قدم پر — پھر تم مرے فرزند ہیں دونوں کی بلا سے
جب دل ہوا مارا تو فرزند کہاں کے — کس کام کے وہ لال جو کام آئیں نہ ماں کے
گر تم نے نہیں رن کی طرف کوچ سدھارا
پھر رب کی قسم منہ نہ میں دیکھوں گی تمہارا

یہ کہہ کر دیول دیوی خاموش ہو گئی۔ سناٹا چھا گیا۔ سب دم بخود۔ نوجوان سرداروں کا رنگ فق ہو گیا۔ ان کا چہرہ خشک ہو گیا جیسے کسی نوجوان پودے کے ملائم پتوں پر پالا پڑ جاتا ہے۔ آخر وہ اُٹھے ہاتھ جوڑ کر ماں کے پاؤں کو بوسہ دیا

اور آلہا نے اودل سے مخاطب ہو کر کہا:-

بھائی اٹھو نہیں اب دیر کی جا ہے بھلا — ماں کو مت باتوں سے تم اپنے کرو آج خفا
فیض پاتا ہے جسے ماں کی دعا ہوتی ہے — چشم کو اسکی زیارت سے جلا ہوتی ہے
پاؤں یہ وہ ہیں کہ ان پاؤں کو جو ہاتھ لگائے — تو سرِ دست سرافراز ہے کونین وہ پاسکے
چلو اب شیروں سے ہیبت ہے جو شمشیر و سپر میں — کبھی شیروں کے نیستاں میں کبھی تیر و تفنگ میں
چل کے جسراج کی ہمت کو دکھا دو بھائی — نام دشمن کا زمانے سے مٹا دو بھائی
غم نہیں کام اگر جنگ میں دونوں آجائیں — ماں کی آنکھوں کو مگر فرحت و بہجت پہنچائیں
نام کر جاؤ یہ موقع ہے غنیمت بھائی — کٹ مریں ہم میں بھی ہے شانِ شجاعت بھائی

دونوں نوجوان کہتے ہیں "جسوقت ہم مہوبا کے لئے لڑ کر مر جائیں گے جب ہمارے جسم زخموں سے چھلنی ہو جائینگے جب ہمارے سر میدان میں گیند کی طرح لڑھکنے لگیں گے جب ہم لڑنے والوں سے کشتی میں بغلگیر ہونگے۔ بہادروں کے آئین پر چلتے ہوئے جوان جوانمردوں کے ساتھ خون میں لت پت ہونگے تب ہماری ماں کو خوشی ہوگی۔"

چوبیسواں گیت

آلہا کی واپسی

جگنک نے دیکھا کہ دیول دیوی سے اپیل کرنے میں کامیابی ہوئی۔ اس نے دیول دیوی سے کہا "رانی! تو اصلی کشتریانی ہے تو راج دھرم اور کشتری دھرم کو سمجھتی ہے۔ وقت تنگ ہے۔ چوہان نے صرف بارہ دن کی مہلت دی ہے تیرھویں دن اگر ہم لوگ نہ پہنچے تو مہوبا ویران کر دیا جائیگا۔ اب یہاں

زیادہ ٹھہرنے کی صلاح نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ ابھی تیاری کردی جائے"۔

دیول دیوی نے بیٹوں سے کہا "کام وہی درست ہے جو وقت پر کیا جائے اگر وقت پر علاج نہ کیا جاوے تو لاحاصل ہوتا ہے۔ اسکا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔ جاؤ تم مہاراجہ جے چند سے ابھی رخصت ہو آؤ۔ اور جگنک کیساتھ ساتھ وطن کی طرف قدم اٹھاؤ"۔

یہ سن کر دونوں لڑکے سر جھکاتے ہوئے دربار کی طرف چلے۔ راجہ جے چند کو جگنک کے پہنچنے کی خبر پہلے سے مل چکی تھی۔ پوچھنے لگا "کہو سردارو! کس نیت سے چلے ہو؟"

اودل نے کہا "مہاراج! آج ملہن دیوی ہماری رانی پر آفت آئی ہے چوہان نے مہوبے پر چڑھائی کی ہے۔ حکم ہو کہ ہم وطن کو جائیں۔ اور اپنی رانی کی خدمت بجالائیں"۔

جے چند نے کہا "راجپوتو! تم مبارک ہو۔ جن میں جلاوطنی میں بھی وطن کی محبت باقی ہے اور جو ذلت اور بے عزتی اٹھا کر بھی وطن کو پیارے ہوں۔ اسے سردارو! وہی دنیا میں سچے انسان ہیں۔ میں تمہاری حب الوطنی اور دیش بھگتی کی تعریف کرتا ہوں اگر پرمال نے انکو بلا بھیجا ہے۔ تو تم ضرور جاؤ۔ اور اپنے دیش کی لاج رکھ لو"۔

یہ کہہ کر راجا نے خلعت پاکیزہ منگوایا۔ اور آلھا اودل کو خوشی سے پہنا کر رخصت کیا۔

شاہزادہ لاکھن سنگھ دربار میں حاضر تھا۔ اودل نے آنکھوں سے اشارہ کیا۔ "مدت کا وقت آگیا ہے۔ کہو اب ساتھ دیتے ہو یا نہیں؟" اور شاہزادہ اسی وقت اٹھا اور جے چند کے پایہ تخت کو بوسہ دے کر کہنے لگا "مہاراج! مجھ کو بھی حکم ہونا ہے کہ میں ان سرداروں کی مدد کے لئے جاؤں۔ میں نے گانجر کی لڑائی کے وقت اودل سے عہد کیا تھا کہ تمہارے کام آؤنگا اور وہ اب آگیا ہے" راجہ نے کہا "مبارزت کا بڑھنا شہزادی کا کام ہے۔ تمہاری مرضی" شہزادہ رخصت ہو کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

لاکھن نے دستے اراد کو سن کر پانی ... ہی روکنے کی تاب نہ تھی۔ لاکھن تو باہر نہ جانے دونگی۔ یہ ایک ہی لڑکا ہے۔ کیسے اپنے جگر کو میں جانے دونگی۔ تو سمٹ

ہوا۔ گیدڑوں دوپہر شور کرنے لگے۔ سورج کے کرہ میں سیاہ داغ نظر آنے لگے"۔ لکھن سنگھ کا رنگ فق ہو گیا۔ خوف وہراس اُس کے دل پر غالب ہو گیا۔ مگر آلہا نے کہا۔ "یہ شگون موت کی علامات ضرور ہیں۔ مگر راجپوت کے لئے موت سے بہتر کیا چیز ہے؟ جس کا دھرم پر وشواش ہے جو دل کا پاک ہے۔ اس کے واسطے موت رنج نہیں۔ بلکہ خوشی لاتی ہے۔ راجپوت کی زندگی وقت اور مصیبت کی زندگی ہے۔ اسکی راہ میں گلاب نہیں۔ بلکہ کانٹے بکھرے رہتے ہیں لیکن اگر اسکی راہ میدان جنگ کی طرف گئی ہے تو وہ اور کسی بات کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اب ہم لوگوں صرف پرمال کے خون کرنے کے تکر ہونے چاہیئے"!

چوبیسواں گیت

بیتوا کی لڑائی

جس وقت لشکر قنوج سے چل کر مہوبا کی طرف آرہا تھا۔ بیتوا ندی کے کنارے ان کی راہ روک دی گئی۔ آلہا نے وہاں ہی خیمہ نصب کر دیا۔ اور سرداروں کی سبھا منعقد کی۔ جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اودل نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "پرتھوی راج نے بیتوا ندی کے بیالیس گھاٹ روک لئے ہیں۔ اور وہ ہم کو ندی پار جانے نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟" سرداروں نے جواب دیا۔ "مہوبے جلد پہنچنا ضروری ہے۔ اس لئے سوا اس کے کہ لڑائی کی جائے دوسری کوئی صورت نظر نہیں آتی"!

آلہا نے اسی وقت پان منگوایا۔ اور ہاتھ میں پان کا بیڑا لیکر کہنے لگا۔ "سردارو! جس کو بیتوا ندی پر پان چبانے کی خواہش ہو وہ اُٹھ کھڑا ہو۔ ابھی

راجپوت دل میں غور ہی کر رہے تھے کہ اودل اور لاکھن ساتھ ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے
آلہا نے اودل کو روک کر کہا۔ "چھوٹے بھائی! تم صبر کرو، شکر کرو۔ لاکھن سنگھ کو بیڑا لینے
دو۔ وہ ہمارے سردار ہیں۔ ہم سب کو ان کے پیچھے چلنا ہے۔"
میرا تالہن اور دھنوا اپنی سر جھکا کر کہنے لگے "قنوج کے ولیعہد کی دلیری کا کیا
کہنا ہے۔ ابھی چند ہی روز ہوئے کہ شادی ہوئی ہے اور سچے کشتری نے پدمنی
عورت کی محبت کا خیال نہیں کیا اور میدان جنگ کے لئے چلا آیا۔"
لاکھن سنگھ نے بیڑا اُٹھا لیا۔ اودل اُٹھا کر ہمرکاب چلے۔ مگر لاکھن سنگھ
نے کہا: "مجھ کو کسی سردار کو ساتھ لینا منظور نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے میں آن کی بھجان
کا لڑکا اور بین کا پوتا ہوں۔ میں اکیلے اِس معرکہ کو سر کروں گا۔ بہتر ہے تم
یہاں رہو۔ اور آلہا کے قول کے بموجب مجھ کو دشمن کے مقابلہ کے لئے جانے دو۔"
لاکھن کے ساتھ قنوج کے تمام سپاہی۔ ہاتھی گھوڑے ساتھ ہوئے۔ شاہزادہ
گنگا گھاٹ پر پہنچا۔ جتنے ہاتھی پرتھوی راج کے وہاں تھے۔ سب کو ہانک کر اپنی
فوج میں بھیج دیا۔
چونڈا برہمن اس کے مقابلہ کے لئے آستین سنبھال کر آموجود ہوا اور
پوچھنے لگا تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ شاہزادے نے جواب دیا: "ہم
قنوج کے راجہ کے لڑکے ہیں۔ آلہا اودل کے ساتھ مہوبے کی سیر کو جا رہے
ہیں۔ تمہارے آدمیوں نے راستہ روک رکھا ہے۔ اس لئے ان کی سرکوبی
میں نے مصلحت سمجھی تھی۔"
برہمن نے کہا: "خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب تم میری صلاح مانو۔ آلہا اودل
پرمال کے نوکر ہیں۔ ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ اور بخیریت قنوج واپس جاؤ۔"
لاکھن ہنسا "برہمن! تو کسی برہمن سے بات چیت کر رہا ہے یا
کشتری سے؟ کسی کشتری نے بھی کبھی آگے قدم بڑھا کر پیچھے ہٹایا

ہے۔

ہم اور خوف جان سے لڑائی کو چھوڑ دیں
دیکھا نہیں کہ شیر ترائی کو چھوڑ دیں

یہ سن کر ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ایک ایک کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ دھنوا تیلی نے اس طرح تلوار کے ہاتھ مارے کہ لاکھن بھی تعجب کرنے لگا۔ لاکھن کی طرف سے دھاندھو سید اس طرح لڑے کہ دہلی کی فوج بھاگ نکلی۔ اس کا قدم میدان میں نہ ٹھہر سکا۔

چونڈا برہمن اور لاکھن سنگھ کا مقابلہ ہوا۔ لاکھن نے ایک تلوار چلائی برہمن کا گھوڑا زمین پر آ رہا۔ وہ پیادہ پا لڑنے لگا۔ لاکھن نے کہا اب تجھ کو کیا ماریں۔ پیادہ کو مارنا اچھا نہیں ہے۔ دوسری سواری منگا لے اور پھر میرے ساتھ لڑائی کر۔

جیت تک اسکا ہاتھی آوے۔ لاکھن کی فوج موقع پا کر گھاٹ پر پہنچ گئی پرتھوی راج لڑائی کی خبر پا کر خود ہاتھی پر سوار ہو کر لڑنے آیا۔ اور اس کے آتے ہی دونوں فوج میں ایک قسم کا شور مچ گیا۔

لاکھن نے سید۔ دھنوان۔ راجہ نیودھا کے بارہ شاہزادوں اور گانجر کے چار راجاؤں کو مخاطب کر کے کہا "دیکھو ایہ ہتی راج خود لڑنے آیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کو غافل پاوے اور ہماری بدنامی ہونے پاوے۔"

یہ سب ہاتھ میں تلوار لیکر اس طرح دشمنوں کو مارنے لگے جس طرح دھنئے روئی دھنتے ہیں۔ سب کو اپنی عزت کا خیال تھا۔ گنگا کوڑیہ کا راجہ اور پورن پٹنہ والا پرمادی نے بیر سنگھ اور سیرا سنگھ۔ بنارس کے سید۔ دھاندھو اور دھنوان تیلی کے بنس گوپال رستی کا ٹھاکر جھیا اور بنگال گار تھا راجہ۔ سب نے دل کھولکر داد شجاعت دی۔

تاہر سنگھ طعنہ کے طور پر کہنے لگا۔ "قنوج کی لڑکی ہم چھین لائے تھے تم میں کیا ہمت ہے جو ہمارے مقابلہ میں کھڑے ہو۔" لاکھن نے جواب دیا۔

چور چوری کرتے ہیں۔ بہادر چوروں کو دلیر نہیں کہتے۔ اگر تم سنجوگتا کو چرا لے گئے تو اس سے کچھ تمہاری شان نہیں بڑھ گئی۔ اگر ہمت ہے تو آؤ میرے مقابلہ میں لڑو۔"

دہلی کی فوج نے بہت زور مارا۔ دونوں کی طرف کے آدمی تلواروں کے گھاٹ اترے۔ بیتوا کا پانی لال ہو گیا۔ مردوں کی لاشیں پانی میں تیرنے لگیں مگر کھیت قنوج والوں کے ہاتھ رہا۔ گھاٹ پر دہلی کی اتنی فوج نہیں رہی تھی۔ پرتھوی راج کو پسپا ہونا پڑا۔

آلہا کا خیمہ دریا کے کنارے گھاٹ سے زیادہ فاصلہ پر ٹھہرا تھا۔ دیول دیوی خیمہ میں بیٹھی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ ندی میں سے خون بہہ رہا ہے اس نے آلہا کو بلا کر کہا۔ "تم لاکھن کی خبر لو لڑائی کا کیا حال ہے۔ کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ ایشور نہ کرے اگر کہیں لاکھن مارا گیا تو پھر ہم قنوج والوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔"

آلہا نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ ہمارے جاسوس لمحہ کی خبر پہنچا رہے ہیں۔ ابھی تک کھیت لاکھن تنگیہ کے ہاتھ ہے۔ شہزادہ کو لڑنے دو۔ پہلا مورچہ ہے۔"

اتنے میں اودل پہنچا اور کہنے لگا۔ "شاہزادہ نے فتح پائی۔ دشمن پسپا ہو گئے گھاٹ صاف ہے۔ حکم ہو کہ لشکر ابھی کوچ کرے۔"

آلہا نے اسی وقت کوچ کے باجے بجوا دیئے اور دم کے دم میں تمام فوج مسلح ہو کر گھاٹ پر پہنچی اور دریا پار کر کے مہوبے کی طرف چل نکلے۔

چھبیسواں گیت

مہوبا میں آمد

جب مہوبا کے لوگوں نے سنا کہ آلہا اودل بہت بڑی فوج لیکر قنوج سے آرہے ہیں۔ سب کی جان میں جان آئی۔ برہما سنگھ ولیعہد انکے استقبال کے لیئے کئی کوس آگے آیا۔ آلہا اودل اور لاکھن سب اس سے بغلگیر ہوتے برہما نے آلہا سے مخاطب ہو کر کہا "دادا! جس روز سے تم گئے ہو۔ مہوبا نے ماتمی لباس پہن رکھا تھا۔ تم کیا آئے اسکو نئی زندگی مل گئی۔ اب حکم دو۔ کہ ہم راجا کو جا کر آپ کے آنے کی خبر سنائیں!"

اور جب برہما نے ملہن دیوی اور پرمال کو آلہا کی خیریت سنائی انکی جان میں جان آئی۔ حکم دیا۔ سارا شہر بنافروں کے آنے کی خوشی میں آراستہ کیا جائے۔ تمام بازار اور چوہٹوں کی از سر نو صفائی ہوئی۔ محلوں میں بندن وار باندھے گئے۔ پھاٹکوں پر روشنی کا معقول انتظام کیا گیا۔ اور جس وقت آلہا اودل۔ لاکھن وغیرہ گھوڑوں پر اور دیول۔ سونوا۔ مچھوا* چترریکھا وغیرہ پالکیوں پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے۔ جابجا کوٹھوں پر سے ان پر پھولوں کی برشا ہونے لگی۔ سر چہار طرف خوشی کے شادیانے بجنے لگے اور ہر جگہ دس بیس عورتیں مل ملکر ان سرداروں کی واپسی پر منگل راگ میں سوہاونے گیت گانے لگیں"

آلہا خوشی کے اس اظہار کو دیکھ کر اپنی جلاوطنی کی مصیبت کو بھول

---

* اندل کی بیوی کا نام ہے۔

گیا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور وہ حب وطن و دلیش بھگتی کے خیال سے مہوبا کے در و دیواروں کی طرف تعظیم سے اپنا سر جھکاتا ہوا شاہی محل کی جانب چلا گیا۔

چندیل ان کے استقبال کے لئے محل سے باہر نکلا۔ اور فرط محبت سے بغلگیر ہوکر مہوبا لے گیا۔ مہارانی ملن دیئی۔ دیول دیئی سے ملی۔ آخر الذکر نے محبہ سنیہ کے رانی کی تعظیم کی اور اس کے ساتھ شہر میں داخل ہوئی۔ مہارانی سے تحفہ تحائف دیئے گئے۔ رانی نے ایسے جواہرات تحفتہ جنکی چمک دمک کو دیکھ کر آنکھوں کو خیرگی ہوتی تھی۔ ملکہ نے آلہا کو بلا بھیجا اور جب وہ آکر رانی کے سامنے گھٹنا ٹیک کر تعظیم سے کھڑا ہوا ملن دیئی اپنا ہاتھ اس کے سر پہ رکھا اور آسیس (دعا) دی۔ اور ایک تھال موتیوں سے بھر کر اس کے سر سے نوچھاور کرکے براہمن اور اس کے ساتھیوں کے درمیان تقسیم کردیا۔ آلہا کا دل رانی کے سلوک کو دیکھ کر بھر آیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "ماتا! یہ سر آپ کا ہے جب تک دم میں دم ہے۔ تیغ سے بچانے سے ہاتھ سے پاؤں سے اور سر سے مہوبا کے دشمنوں کو پامال کرونگا۔ اور دنیا دیکھے گی۔ بنافر کے لڑاکے اپنے آقا کے لئے کس طرح جان دیتے ہیں یہ

قسمت بری تھی ہم تھے ہوئے آپ سے جدا لائی ہے آج بخت کہ قدموں پہ ہوں فدا
تابع ہم آپ کے ہیں دل و جاں ہے آپکا جو حکم ہوتا ہے لائیں اُسے بجا

شادی ہوا کہ غم ہو شریک ثواب ہیں
ہم ہر طرح سے تابع حکم جناب ہیں

ملن دیئی نے جواب دیا:۔

میں کیا کہوں مہوبا ہے اب تخت بد حواس ایسا نہیں ہے کوئی جسے ہو وطن کا پاس
سب مر مٹے کسی کو نہیں ہے کسی کی آس سب کی زبان قلب پہ ہے جاری کلام یاس

ہے کون آج جو ہو مہوبا کے دھیان میں

سچ ہے کسی کا کون ہوا ہے جہان میں
باقی نہیں ہے کوئی تو بس آپ جائیے
زخم سنان و خنجر و شمشیر کھائیے
ہاں آج راجپوتی کا جوہر دکھلائیے
دشمن کو قتل کر کے انہیں نہائیے
آمادہ سر جنگ ہو ہنگام جنگ ہے
بیچین دل ہے حوصلہ صبر تنگ ہے
اب تم وطن کو دیکھو کسی کا نہ غم کرو
بیٹے سے پوتے سے مار و ستم پہ ستم کرو
برچھی اٹھاؤ ہاتھوں میں تیغیں علم کرو
دشمن کے سر کو جسم کو یکدم قلم کرو
عزت رکھو مہوبا کی تم اس کی جان ہو
"بڈھے کی لاج" نام خدا تم جوان ہو
وقت ایسا آگیا ہے میں کیسی ہوں ترحمیہ
وقت ایسا آگیا ہے میں کہنی کن زخمیں کھاؤ
وقت ایسا آگیا ہے میں کتنی ہوں بادشاہ
دشمن کو زیر کر کے مہوبا کو تم بچاؤ
سوکھی ہوئی لبوں پہ میری جان آئی ہے
اے نور چشم! لاج رکھو اب دہائی ہے

آلہا نے رانی کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور پھر تسکین دلایا کہ میں دلیراج کے قدیم خدمات کے تازہ کرنے میں ذرا بھی دریغ نہ کروں گا۔

ستائیسواں گیت

یادوھانی اور جنگ کی تیاری

پرتھوی راج اپنے دربار میں بیٹھا ہوا ہے۔ چند اس کا شاعر یاددھانی کرتے ہوئے کہتا ہے :-

"مہاراج مہلت کے دن گذر گئے۔ اب چندیل سے میدان میں آنے یا مہوبے سے چھوڑ دینے کی درخواست کرنی چاہیئے۔ چند کی تحریک پر پرمال کے پاس خط بھیجا گیا جس میں لکھا گیا "لڑائی کی ابتدا آپ کی طرف سے ہوئی ہے۔ نہ آپ ہمارے زخمی آدمیوں کو قتل کرتے نہ ہم انتقام کے لئے فوج کشی کرتے۔ آپ کی درخواست پر جنگ بھی ملتوی کی گئی تھی۔ مہلت کو گذرے ہوئے سات دن ہو گئے اور اگرچہ آپ کی مدد کے لئے لوگ قنوج سے آ گئے ہیں مگر سنکھ ناد کی صدا گوش زد نہیں ہوئی۔ ہم پیشقدمی کرتے مصلحت نہیں سمجھی اب صرف دو باتوں کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے۔ اگر لڑائی منظور ہے تو فوجیں میدان میں نکال لے آئیے۔ اگر نہیں تو دہلی کی اطاعت کیجئے اور مہوبے کے قلعہ کی کنجی حوالہ کر دیجئے۔"

پرمال نے سفارت نامے کے مضمون کو پڑھا۔ وہ دل مایوس تھا لیکن چندیل سرداروں کو بلا کر انکے سامنے چوہان کے ایلچی سے کہا اتوار کے دن مہینہ کی پہلی تاریخ کو ہم آپ سے میدان میں خم ٹھونک کر ملیں گے۔"

شنکر وار کے دن پرتھوی راج نے سنکھ بجا دی اور نقارہ پر تین دفعہ چوب کی ضرب لگا کر اس نے اعلان کرایا۔ کہ مہلت کی میعاد گزر چکی۔ جھنڈا بلند کیا اور چوہان سردار اس کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ اور لڑائی کی خوشی میں تن بدن میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ ان کے جسم پر خوشبودار تیل دائن کی مالش کی گئی۔ بدن پر عطر ملا گیا سنکھ کی آواز سے بیدار ہو کر اٹھے۔

اب ہم مہوبا کی طرف آتے ہیں۔ سارے سردار آخری تجویز اور قطعی فیصلہ کے لئے مشورہ کر رہے ہیں۔ سب خاموش بیٹھے ہیں۔ رانی سلسلہ گفتگو کے چھیڑنے کی نیت سے ملہول دیوی سے مخاطب ہو کر کہتی ہے "اے آلہا کی ماں شہنشاہ عالم (پرتھوی راج) کے مقابلہ میں ہم کو کیسے فتح حاصل ہو۔ اگر شکست ہوئی تو مہوبا کیلئے خیریت نہیں ہے۔ اگر ہم خراج دیتے ہیں۔ تو آزادی جاتی ہے

اور راجپوتوں کی عزت کو دھبہ لگتا ہے" دیول دیبی رانی کی بات سنکر سدولوں سے مخاطب ہو کر پوچھتی ہے بیر پرشو! تم آپ کیا کہتے ہو؟ اور تب الہا کھڑے ہو کر جواب دیتا ہے اے نیک ماں! آلو اپنے بیٹے کی بات سن۔ جو تن آسانی و نفسانی عیش سے خیال کو چھوڑ کر شاہی وفاداری کا دم بھرتا ہے۔ وہی سچا راجپوت اور اصلی انسان ہے میں سر بکف ہر پل بخدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے اور کسی بات کا خیال نہیں ہے۔ جہاں تک ہمت و شجاعت سے تعلق ہے۔ کسی کو دلیسراج کے لڑکوں کی شکایت کا موقع نہیں ملیگا۔ بیا بتا استری اگر زندہ رہی تو اپنے آپ کو یاروں کا اوتار ثابت کریگی۔ سانبھر کے لڑکے میرے ہاتھ سے زندہ بچکر نہ جاپئیں گے میں اپنے باپ دادوں کا نام روشن کرونگا اور خود بھی زندہ جاوید کہلاؤنگا۔ کمانا مل میں دیول دیبی کی عزت تیرے سپرد کرتا ہوں"

رانی نے کہا "چوہان کے لڑکے سردار شیر کی طرح خوفناک اور تعداد میں زیادہ ہیں۔ ہمارے پاس جمعیت کم ہے۔ کیوں نہ خراج دیکر مہوبا کو بچالیں؟" اس تجویز کو سن کر اودل کے تلووں میں آگ لگ گئی۔ اس نے رانی کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اسوقت آپکی عقل کہاں چلی گئی تھی۔ جب بیگناہ زخمی آدمیوں کو قتل کردیا تھا۔ اُس وقت کسی نے میری بات نہیں مانی تین دفعہ میں نے آپ معافی مانگی۔ پھر بھی اے پرمال! جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم آپکے واسطے خون گرانے کو تیار ہیں۔ ہم لڑنے کیلئے مستعد ہیں اور دیکنڈہ میں الپساؤں کے ساتھ شادی کرانے کے خواہشمند ہیں"

دیول دیبی نے کہا "بیٹے! تو نے خوب کہا اب اسکے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ کہ تو دشمن کے ساتھ لڑکر میرے دودھ کی پاکی و طاقت کو دکھلا دے۔ کسانوں کی فریاد کی صدا سُنتے سُنتے کان بھرے ہوئے ہیں کاشتکار اپنے

لہ۔ آلہا کا لڑکا تھا۔

جھونپڑوں سے باہر کیے جا رہے ہیں۔ اور کون جانے اسوقت کتنے گاؤں نذر جل رہے ہونگے ان کا دھواں آسمان پر اٹھ رہا ہے۔ کھیت بنجر کیے جا رہے ہیں۔ چاروں طرف تباہی تباہی مچی ہوئی ہے۔" لیکن پرمال نے جواب دیا۔ "شنیچر سامنے ہے کل ہم کیسے دشمن کا مقابلہ کریں؟" آلہا کی تیوری بدل گئی۔ اس نے راجہ کیطرف رُخ کر کے کہا۔ "جو رعیت کی مصیبت کو دیکھ کر اس کے دور کرنے کی فکر نہیں سوچتا۔ وہ راجپوت نہیں ہے جو غنیم کے حملے کے وقت خوف سے جان چراتا ہے۔ کشتری نہیں ہے۔ اسکا شریر نرک میں رہے گا اور اسکی روح ساٹھ ہزار برس تک اشانتی سے لوگوں میں پھرتی رہے گی۔ لیکن جو بانکا لڑاکا اپنا دہرم بچا لاتا ہے۔ سورج لوک میں داخل پاویگا اور اسکی نیکنامی ہمیشہ رہیگی۔ بیسیوں مکان و قصبے جل رہے ہیں۔ ہم کیسے خاموش بیٹھے سکتے ہیں!"

بزدلی اور ظلم ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ بھائیوں کی تقریر نے پرمال پر اثر نہیں کیا اور نہ اسکو جوش آیا۔ وہ اپنی رانی کے پاس گیا اور واویلا کرنے لگا۔ ملہن دیوی نے کہا "تم کیسے مرد ہو۔ دیکھو سنجوگ چندیل کس خوشی سے آج موت سے ہم آغوش ہونے کیلیے جا رہے ہیں۔ جاؤ لڑو اور اپنی فوج کو میدان میں قائم کرو"۔ بہادروں نے آخری دفعہ اپنی پیاری بیویوں کو گلے لگایا۔ اور انکو بہشت میں ملنے کی بشارت دی۔ بہنوں نے بھائیوں کے بدن پر ہتھیار سجائے اور ہاتھ میں تلوار دیکر کہا "بیرا آج تمہاری بیرتا دکھلانے کے دن ہیں۔ جو قدم پڑے سے آگے پڑے یا تو دشمنوں کو فتح کر کے آؤ یا راجپوتوں کے دہرم پہ قائم رہتے ہوتے سیدھے سورگ دھام کو چلو"۔ ماتاؤں نے مسکرا کر اپنے اپنے لڑکوں کو کہا آج ہی کے لئے ہم نے تم کو نو مہینہ پیٹ میں رکھا تھا۔ جاؤ ہمارے دودھ کو سپھل کرو۔ اور اپنے باپ کا نام روشن کرو"۔ بناقر نے اودل

لہ یہ خیال غالباً مسلمانی مذہب سے لیا گیا ہو گا۔

اور اندل کو بلا کر کہا "لو اب میں جاتا ہوں۔ دیسراج کا خون اور دیول دیبی کا دودھ جوش پر ہے دیکھیں کون ہمارے سامنے کھڑا ہوتا ہے؟ اودل نے کہا مبارک ہے یہ ارادہ امیر کر بان زنجیرا بھی والے سا بنہر کی آنکھ کو اندھی بنا دیگی۔ اور وہ میرے سامنے سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے"۔ دیول دیبی نے رخصت کرتے وقت بچوں سے کہا۔ جاؤ بیٹو! نمک کا پاس کرو اگر تم اپنے راجہ کے لئے قتل کئے جاؤ گے تو یاد رکھو بہشتی تاج تمہارے سر پر ہوگا۔ دیول دیبی کے چپ ہوتے ہی دونوں بھائیوں کی بیویاں سونوا اور پھنوا ایک بات ہو کر بولیں "کون کمبخت عورت اپنے شوہر کے بعد دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہے میدان میں کام آتے ہوئے بہادروں کی بیویاں اگر مرت لوک میں رہیں گی تو اسکو سکھ نہیں ملیگا اور وہ چڑیلوں کی طرح جنگل و میدان میں گھومتی پھریں گی"۔ آپ چلو۔ ہم بھی پاک کرنے والی اگنی کی گود میں بیٹھ کر تمہارے سامنے بیکنٹھ کو آتی ہیں"۔

اسطرح ایک ایک سے رخصت ہو کر بہادر راجپوت ہاتھی کیطرح جھومتے ہوئے میدان کیطرف جھکے

اٹھائیسواں گیت

لڑائی[1]

آلہا کو شاہزادی چندراولی نے تلوار پہنائی۔ وہ مسکرا کر کہنے لگی "بیرن! جب سے تم نے موبا چھوڑا جب سے ملکھان نے وفات پائی اسوقت سے کشتریوں کی ناک کٹ گئی۔ اگر تم اور اودل بھیا نہ آتے ہوتے تو پرتھوی راج نے موبا لوٹ لیا ہوتا

[1] چند بارڈٹ لکھتا ہے کہ آلہا لڑائی میں مارا گیا۔ مگر قومی روایتیں اسکے برخلاف کہتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرتھوی راج اس کے مقابلہ سے گھبرا کر دہلی چلا گیا۔

الشیور نے آج دو دن دکھایا کہ تم خیر و عافیت سے واپس آتے اور الشیور نے مجھ کو یہ موقع دیا کہ میں تمہاری کمر سے تلوار باندھ رہی ہوں ؟
آلہانے چند راولی کو ڈھارس دی اور فوج لیکر میدان میں پرتھوی راج کیساتھ لڑنے آیا ۔
پرتھوی راج بھی لڑنے کیلئے تیار تھا ۔ لوہے سے لوہا بجنے لگا ۔ بیر بہادر جدھر جھکتے تھے پرے کے پرے صاف ہو جاتے تھے ۔ ان کے ایک ایک وار میں کئی کئی آدمی مرتے تھے ۔ دنیا نے ایسے بہادر لڑاکے پہلے کہاں دیکھے تھے ۔ جو سامنے آیا ۔ ککڑی اور ککڑی کیطرح صاف ہو گیا ۔
آلہا کی طرح سرفروش و جاں نثار بہادر کم ہوتے ہیں ۔ پرتھوی راج اسکی دلیری پر عش عش کرتا رہا ۔ کیونکہ اسکی فوج کا بہت بڑا حصہ صرف آلہا کے ہاتھ سے مارا گیا ۔

خنجر بکف جوان جو در آیا سپاہ میں ۔ گو جنبش کے شیر نر آیا سپاہ میں
ہلچل ہوئی جیسی جدھر آیا سپاہ میں ۔ بھارت کا معرکہ نظر آیا سپاہ میں
بجلی خدا کے قہر کی تھی یا حسام تھی
پہلے ہی وار میں صف اول تمام تھی
سر اڑتے تھے ہر چپولی الول کے ہر طرف ۔ پر کالے اٹھ کے گرتے تھے ڈھالوں کے ہر طرف
خاطر نشان تھی کسی آفت نشان کی
انبار تھے کٹے ہوئے شاخیں کمان کی
ثابت نہ تھے بدن پہ کسی تیغ زن کے ہاتھ ۔ اڑتا تھا سر جسے وہ لگاتا تھا تن کے ہاتھ
سب تھک گئے مگر نہ تھکے صف شکن کے ہاتھ ۔ وہ معرکہ رہا اسی گل پیرہن کے ہاتھ
تھا ایک ہاتھ میں سر اسوار زین پر
رہوار کی کٹی ہوئی گردن زمین پر
سر تھے عدو کے جو جدا تن سے سر جدا ۔ شانوں سے ہاتھ ہاتھ سے تیغ و تبر جدا

سینہ سے پسلیاں تو شکم سے کمر جدا
گھٹنوں سے سر دو پاتے شجاعت اثر جدا
ٹکڑے تھے عضو عضو قطع تھا جا مرجبا کا
عالم مرکبات میں تھا مفردات کا

(انیس مرحوم اقتباس)

کئی دن تک لڑائی رہی۔ طرفین کے آدمی مارے گئے۔ آخر میں دل پت آلہا کی بے نظیر شجاعت دیکھ کر پسپا ہو گیا۔ اور بہتر موقع کے انتظار و امید میں دہلی چلا گیا۔

انتیسواں گیت

بیلا کا گونا اور دہلی لڑائی

ماہل اپنی کارستانی سے غافل نہیں تھا۔ بنافروں کی واپسی اور دربار کا عروج اسکے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ ایک دن وہ مہوبا کے دربار میں پھر آیا۔ دربار آدمیوں سے بھرا تھا وہ پرمال کے کان میں جھک کر کہنے لگا۔ مہاراج ایسا موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ اسوقت آپکا اقبال عروج پر ہے۔ بڑے بڑے راجا آپکے دربار میں بیٹھے ہیں۔ بہتر ہے اس وقت آپ بیلا کے گونے کا تذکرہ چھیڑ دیں۔ پرتھوی راج غالباً منظور کر لیگا۔ اگر لڑائی بھی ہو گئی تو آپکے پاس اسوقت بے شمار آدمی موجود ہیں۔

راجا نے اس صلاح کو پسند کیا اور اسی وقت پان منگا کر بھری سبھا میں کہا "جس کشتری کو اپنی دلیری دکھانا ہو وہ بیڑا اٹھائے اور دہلی جا کر بیلا کو گونا دے لاوے" دیر تک سب بیٹھے سوچتے رہے کسی کو ہمت نہیں ہوئی جب اودل نے یہ سنا وہ دربار میں آیا۔ اور بیڑا کی طرف ہاتھ لپکایا۔ ماہل پرمال سنگی کو ورغلا رہا تھا۔ اس

نے کہا "یہ بنافر ذات کے کم اصل ہیں۔ اگر یہ دہلی گئے تو ضرور لڑائی ہوگی۔ اسلئے چونکہ تمہارا گونا ہے۔ تم کو بیڑا لینا ضروری ہے" برجھا کو مالِل کی بات پسند آئی۔ اسنے اودل کو بیڑا اٹھانے سے روک دیا۔ اور خود پان لیکر کھا گیا۔

آلھا اور اودل کی اس عظیم مجمع میں جو بے عزتی ہوئی اسکا کیا بیان کیا جائے دونوں بنافر پانی پانی ہوگئے اور اسی وقت دربار سے اٹھکر روش ہری پور چلے گئے۔ اور انکے ساتھی لاکھن سنگھ اور سید وغیرہ وہاں سے چلے آئے۔

برجھا سنگھ اکیلے فوج لیکر دہلی گیا۔ مالِل نے پرتھوی راج کو اچھی طرح پٹی پڑھا رکھی تھی۔ اُس نے کہا "مہاراج! یہ گونا لینے نہیں آئے۔ آپکو چھیڑنے کیلئے آئے ہیں چونکہ آپ مہوبے سے چلے آئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ دلی پت ڈر گئے۔ اس لئے فوج لے کر برجھا سنگھ آتے ہوئے ہیں!"

دلی پت سخت ناراض ہوا۔ چونڈا کو بلاکر حکم دیا "جاؤ اور برجھا کو پا بزنجیر کرکے میرے پاس لے آؤ"۔ جس وقت دہلی کی فوج قریب پہنچی مہوبے والے زرہ بکتر پہنکر لڑنے کے لئے تیار ہوگئے۔

جب دونوں لشکر مقابلے پر آئے برجھا نے جسکی طبیعت بہت بڑھی چڑھی تھی اسطرح ہاتھ مارا کہ جو سامنے آیا سنبھل نہ سکا۔ کئی دن لڑائی ہوتی رہی۔ مگر کوئی بھی اس پر غالب نہ آسکا۔

پرتھوی راج کو سخت اندیشہ ہوا۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ کس طرح ان چندیلوں پر فتح حاصل کیجائے۔ مالِل نے صلاح دی کہ لڑائی میں برجھا پر فتح پانا آسان نہیں ہے۔ میری رائے میں آپ تاہر سنگھ کو زنانہ لباس پہنا کر اور پالکی میں بٹھا کر مہوبے والوں کی فوج میں بھیج دیجئے۔ اسی طرح اور پالکیوں میں سہیلیوں کے بہانہ سپاہیوں کو زنانہ لباس میں روانہ کیجیئے۔ یہ موقع پاکر اس کو حکمت عملی سے گرفتار کرلیں۔ اسوقت آپکا کام بنجائیگا۔ لڑائی میں ہر قسم کی چال جائز سمجھی جاتی ہے"۔

پرتھوی راج تو راضی ہو گیا۔ مگر تاہر نے کہا "چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر میں زنانہ لباس نہ پہنونگا"۔ چونڈا برہمن وہاں کھڑا تھا۔ کہنے لگا "میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ مجھ کو حکم ہو۔ میں زنانہ لباس پہن لوں اور حکمت سے برھما کو گرفتار کرا لاؤں گا"۔

دوسرے دن کئی سو ڈولے تیار کئے گئے۔ جن میں بجائے عورتوں کے سپاہی سوار تھے جب یہ قریب پہنچے تاہر نے برھما کو کہلا بھیجا۔ تمہارے مقابلہ میں ہمکو لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اپنی بہن کا ڈولا لائے ہیں۔ بہتر ہے۔ تم اسکو لے کر گھر چلے جاؤ۔

برھما سنگھ ناتجربہ کار تھا۔ وہ اکیلا ڈولوں کے پاس چلا آیا۔ تاہر سنگھ نے اشارہ کیا۔ ڈولوں میں سے راجپوت نکل پڑے اور اس نادان لڑکے کو جو بالکل غافل تھا زہر کی بجھی ہوئی تلواروں سے زخمی کر دیا۔ اور پا بزنجیر کر کے دہلی کے قلعہ میں لے جانا چاہا۔ جب مہوبے والوں نے دلی پت کی مکاری کا واقعہ سنا سخت غصہ میں تن گئے۔ سرداروں میں صرف جگنک ساتھ تھا۔ کہنے لگا "اگر میں سچا کشتری ہوں تو ابھی برھما کو چھوڑا لاؤں گا"۔

یہ کہہ کر وہ سواروں کو لے دوڑا۔ ہزاروں دلی والوں کو گاجرہ مولی کی طرح کاٹ گرایا۔ اور برھمانند کو جو بیہوش تھا۔ اپنے ساتھ خیمہ میں لایا۔ جب برھما کو ہوش آیا۔ اسنے کہا "لشکر کو کوچ نہ کرنے دو۔ بلکہ جلدی مہوبے کو خبر بھیجو"۔ یہ کہہ کر زخم رسیدہ راجپوت پھر بیہوش ہو گیا۔

جب دین بھری پور میں آلہا نے شاہزادہ کے زخمی ہونیکی خبر سنی سناٹے میں آ گیا۔ اودل کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ ڈیول رسولوا۔ اور پھولوا بھی رونے لگیں اور ماہل چغل خور کو کوسنے لگیں جس نے ناحق شاہی خاندان میں نفاق کی آگ کو بھڑکا کر اس کو برباد کر دیا۔

دہلی کے محل میں جب اگما رانی نے داماد کے قریب المرگ ہونیکی خبر سنی۔ اسکے ہوش جاتے رہے۔ بیلا تو گھبرا کر زمین پر گر پڑی اور چونڈا برہمن کو گالیاں دینے لگی جس نے زنانہ لباس پہن کر دغا و فریب سے اسکے شوہر کو

نیم لبسمل کردیا۔ اس نے تاہر کو بھی لعنت ملامت کی اور ماں کے محل سے اٹھ کر دوسرے محل میں چلی گئی۔

تیسواں گیت

دوسری لڑائی

بیلا محل کے ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی سوچ رہی ہے کہ کیا کرنا چاہئے۔ آخر اس نے ہاتھ میں قلم اٹھائی اور اودل سنگھ کے نام اس قسم کی چٹھی لکھی :-

"بنا فر سردار!
تمہاری راجپوتی پر لعنت ہے۔ تم ہمیشہ اپنی دلیری کی ڈینگ مارتے تھے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو۔ اسوقت تمہارا سلوک جائز اور مناسب تھا؟ تم اپنے کو مرد کہتے ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ دلیش راج کے گھر میں تم نامرد بزدل پیدا ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم نے کیوں کلائیوں میں چوڑیاں پہن لیں اور ایسے وقت میں جب راجپوتوں کو میدان میں کودنا اور اچھلنا چاہئے۔ گھر میں چپکے بیٹھے رہے کہو یہ مردانگی ہے یا زنانہ پن ہے؟
تمہارا بھائی برہما سنگھ برچھی سے زخمی پڑا ہے اور قریب المرگ ہے مگر دوسرے نے اسکو قبل از وقت دنیا سے علیحدہ کردیا۔ اور تم گھر بیٹھے ہو۔ دنیا کیا کہتی ہوگی۔ آج اگر دلیراج اور بچھ راج زندہ ہوتے تو کیا برہما سنگھ اس طرح مکر کے پھندے میں پڑ کر جان دیتے؟ کاش اگر ملکھان ہی جیتا ہوتا تو دہلی والوں کو اسطرح بدسلوکی کرنے کی جرات ہوتی؟ کبھی نہیں۔ تم جیتے جاگتے تھے مگر وقت پر دھوکا دے گئے۔ یاد رکھو۔ یہ رنج تم کو تمام عمر ستاتا رہیگا۔ اور اگر برہما مر گیا۔ تو اس کی موت کبھی تم کو چین نہ لینے دے گی۔

دیول کے پتر! تم نے کیا کیا؟ شادی تمہاری وجہ سے ہوئی تھی۔ مگر تم شاہزادے کے گونے میں نہیں آئے۔ کام ادھورا کیا۔ جو پورا کام نہیں کرتے دنیا اُن کو پوچھتی بھی نہیں۔ کہتے ہیں لوگ کہتے ہیں آلہا اودل۔ ملکھے اور سلکھے نے کلجگ میں دھرم کا اوتار دھارن کیا ہے ان سے غریبوں اور مظلوموں کی مدد ہوتی ہے۔ مگر دیکھو آج انکے ہوتے ہوئے میری کیا حالت ہے اور میرا شوہر کس طرح مکر سے زخمی بن کر قریب المرگ ہو رہا ہے۔

خیر کیا کہا جائے۔ تم اپنی کرنی کو سوچو اور اگر کچھ بھی تم میں مردانگی ہے تو اپنے فرض کو یاد کرو۔ ورنہ یہ وقت بھی چلا جائیگا۔ اور پھر اور پچھتانا پڑیگا۔ بھائی بیلا تم کو زیادہ لکھنا نہیں چاہتی!"

ایک براہمن گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑتا اور ہانپتا ہوا دشہری پور پہنچا۔ بنافر سردار برہما کی موت پر آنسو بہا رہے تھے اس نے ان کو شاہزادی کی چھٹی دی۔ زخم پر نمک چھڑکا گیا۔ دونوں لڑکے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے "ہائے! ہم نے سب کچھ کیا آخر میں غلطی ہو گئی۔

قسمت پر اس مسافر بیکس کے روئیے جو جان دے رہا ہو منزل کے سامنے

جس رانی نے ہم کو دودھ پلا کر پالا تھا۔ ہم اس کے لڑکے کی بھی حفاظت نہ کر سکے اور تھوڑی سی بے عزتی پر کنارہ کش ہو گئے!"

رونے اور پچھتانے کا وقت کہاں رہا تھا۔ آخر لاکھن سنگھ نے سمجھا بجھا کر فوج تیار کرائی۔ اور سب اسی وقت مسلح ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

جب دہلی نزدیک رہ گئی۔ آلہا اور اودل نے تبدیل ہیئت کر لی۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر پرتھوی راج کے خیمہ میں نوکری تلاش کرنے کے بہانہ سے داخل ہوئے اور کسی نہ کسی طرح بیلا کو اپنے آنے کی خبر پہنچا دی۔

بیلا کو اب دہلی میں رہنا مشکل تھا۔ اس کی ماں رانی اگما اور راجکمار تاہر کی بیوی اسکی منت کو جان کر دونوں سمجھانے لگیں "راجکماری! انہوں نے مت جاؤ۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ تمہاری پھر شادی ہو جائیگی!" بیلا نے کہا۔ "خبردار!

ایسے لفظ زبان پر نہ لاؤ۔ مجھ کو ایسے گھر میں کسی طرح رشتہ منظور نہیں جو اپنے داماد کو مکر دھوکے سے قتل کرا دیتا ہے۔

رانی خاموش ہو گئی۔ جواب نہ دے سکی اور جب رات کا وقت آیا بیلا کسی نہ کسی بہانہ سے محل سے نکل کر جیتے ملو کی فوج میں جا ملی لاکھن سنگھ کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ پرتھوی راج اسکی بہن سنجوگتا کو چوری سے بھگا لایا تھا۔ اسنے یہ خیال کیا یہ ایک قسم کا بدلہ ہو گیا۔

جیسے تاہر نے خبر پائی کہ بیلا دشمنوں سے جا ملی اس نے اپنے ساتھ فوج لیکر مہوبا والوں پر حملہ کر دیا۔ جو راجپوت نوکری کے لیے پرتھوی راج کے محل میں آئے تھے۔ ان کا اوتل بیٹھے دلوں میں غصہ اور رنج تھا۔ جب لاکھن سنگھ نے تاہر کو دیکھا شیر کی طرح گرجتا ہوا اسکے سر پر آ پہنچا۔ زور و شور کیساتھ تلواریں چلنے لگیں۔ لاکھن کی آنکھیں خون کے کٹورے بن گئی تھیں۔ اس نے اسطرح انکو بری طرح سے مارا کہ تاہر مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ بھاگ گیا۔ اور پرتھوی راج کو قنوج کے شاہزادے کی مردانگی کا حال کہہ سنایا۔ وہ اسی وقت ہاتھی پر چڑھ دوڑا اور اپنے لشکر سے کہنے لگا "خبردار اپنے فتح والا زندہ نہ جانے پاوے۔ پرتھوی راج کی آنکی خبر پا کر سید۔ دھنوا، آلہا وغیرہ سب لاکھن کی مدد پہنچے تلواریں کھٹکنے لگیں۔ شور محشر بپا ہوا۔ ایک نے دوسرے کو تاک تاک کر مارا لاکھن چاہتا تھا کسی طرح پرتھوی راج اس کے مقابلہ میں آ جائے تا کہ خاندانی بدلہ لے سکے پرتھوی راج کو اسکے ساتھ لڑنے کی خواہش تھی۔ آخر دونوں ایک دوسرے کے سامنے ٹھہر گئے۔ خوب ہاتھا پائی ہوئی۔

جب اودے سنگھ نے دیکھا کہ پرتھوی راج تیر اندازی کے فن میں لاکھن سے تیز دست ہے جھٹ ان کے درمیان آ گیا اور پرتھوی راج سے کہنے لگا "تم ان لڑکے سے کیا لڑتے ہو میرے مقابلہ میں آؤ جب پرتھوی راج اسکے سامنے آیا۔ لاکھن دلی والوں کو برچھی سے قتل کرنے لگا۔ دم کے دم میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ دلی کی فوج کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کر تاہر نے کہا "سردارو! خبردار بیلا کا

ڈولا ہونے نہ جانے پاوے۔ اسکو چھین لو۔ ورنہ دہلی کی ناک کٹ جائیگی"۔ اسکی باتوں سے لوگوں کو جوش پیدا ہوا۔ پھر دہلی والے سمندر کی طرح اُٹھتے ہوئے جھپٹے اور چندیلوں کی کثیر تعداد کو مار کر بیلا کی پالکی پر قبضہ کرلیا۔ سید نے یہ حالات دیکھے۔ گھوڑے کو ایڑ لگاکر موقع پر پہنچا۔ اسکی تلوار سے کتنے آدمی گھوڑے اور ہاتھیوں کے سر اُڑ گئے۔ تاہر ڈولے کی رکھوالی کررہا تھا۔ سید نے تاک کر اسکو تیر کا نشانہ بنانا چاہا۔ وہ تو بچ گیا۔ گھوڑے کو ضرب شدید آئی۔ اور وہ میدان سے بھاگ نکلا قنوج کا شاہزادہ جو موقع میں تھا۔ اور تاک میں لگا ہوا تھا۔ بیلا کی پالکی اُٹھوا دی اور اپنے لشکر کے بیچ میں اسکو لاکر رکھ دیا۔

پھر تھوڑی دیر تک راجپوت لڑتے رہے۔ مگر مہوبا کے سرداروں نے جو کہ غصہ کی آگ سے مشتعل ہو رہے تھے۔ دہلی کی فوج کو دم کے دم میں بھسم کردیا۔ آخر لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور یہ بیلا کا ڈولا لیکر برہا کے خیمہ میں آئے برہما۔ سید۔ اودل۔ لاکھن سب سے بیلا۔ قنوج کے شاہزادہ کی سب سے زیادہ تعریف کی۔ اور اودل سنگھ کا سچے دل سے شکریہ ادا کیا۔

اکتیسواں گیت

بیلا اور تاہر کی لڑائی

برہماری طرح زخمی ہوا تھا خیمہ میں بسمل کی طرح پڑا ہوا تڑپ رہا تھا بیلا اسکے پاس گئی۔ اور پلنگ کے نیچے بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگی۔ راجکماری کا حسن دیکھ کر برہما سنگھ بہت خوش ہوا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اس سے مخاطب ہوکر کہنے لگا "سندری! دیکھ تیرے باپ کے مکروفریب نے میری کیا حالت کی ہے! تو اسی کی لڑکی ہے۔ کیا عقلمند مکار و موذی باپ کی بیٹی کا اعتبار کرتے ہیں؟"

بیلانے جواب دیا "پران ناتھ! ایسی بات آپکو زبان سے نہ نکالنی چاہئیے اور خاصکر جب میں اسطرح جرأت کرکے محل سے خود بخود آپکے پاس آئی ہوں۔ تو آپکو اور بھی میرے پاس خاطر کا لحاظ ہونا چاہئیے۔ آپ ہی کہئیے میرا کیا اختیار رکھا گیا ہے اور کتنیا دنیا میں بے اختیار بنائی گئی ہیں"۔

برملنے کہا "میں دل دکھانیکی وجہ سے تجھ کو کچھ نہیں کہتا لیکن اگر تو سچ مچ میری پیاری ہے تو اپنے ہاتھ سے مکار تاہر کا سر کاٹ کر لے آ۔ کیونکہ اسی نے مجھ کو مکر کے جال میں پھنسایا اور میری بات درگت کی"۔

بیلانے کہا "آپ کا حکم سر و آنکھوں پہ۔ لیکن قبل اسکے کہ میں لڑائی میں جاؤں مہربانی کرکے ایک دفعہ ساس کے درشن کیلئے مجھ کو مہوبا بھیج دیجئے۔ کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ میں ان کو دیکھ کر پھر آپ کے حکم کو بجا لاؤنگی"۔

برملنے اودل کیطرف نگاہ کیا "چھوٹے بھائی! جاؤ اپنی بھاوج کو مہوبا دکھلا دو"۔ مگر بیلانے اسکے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ تب برملنے لاکھن کو بلانا چاہا۔ رانی بولی "وہ سنجوگتی کا بھائی ہے۔ کیا جانے خاندانی بدلے کے خیال سے اسکی نیت کس طرح کی ہو جائے میں اسکے ساتھ نہ جاؤنگی"۔ تب برملنے آلہا کو اشارہ کیا اور بیلا اس کے ساتھ جانے کو راضی ہو گئی ۔

پائل نے پرتھوی راج کو خبر دی کہ ڈولا مہوبا جانے والا ہے اس نے چونڈا برہمن کو حکم دیا کہ جیسے ممکن ہو روک لو۔ جانے نہ پاوے۔ وہ ہاتھی پر سوار ہو کر ایک جگہ موقع سے دبک رہا۔ جب آلہا ادھر سے جانے لگا اس نے حملہ کر دیا۔ خیریت تھی اودل ساتھ تھے۔ وہ چونڈا سے بھڑ گئے۔ یہاں اس موقع پر بھی ملی وان کی خوب درگت ہوئی۔ اور آلہا رانی کو صحیح و سلامتی کے ساتھ مہوبلے گیا ۔

جب پالکی مہوبا میں پہنچی۔ ملہن دیوی۔ اودل۔ سونوا پھولوا اور تمام شہر کی استریاں نئی دلہن کو دیکھنے آئیں۔ محل کے پھاٹک پر اسکی آرتی اتاری گئی۔ بیلا اپنی ساس کے پاؤں پر پڑی۔ رانی اور دیول وغیرہ نے اسکو منہ دکھائی میں بہت سے قیمتی زیور دیئے اور

وہ سب تھوڑی دیر کیلئے برہما کے دکھ کو بھول گئے۔ رانی نے پوچھا "بیٹی! تو نے دیکھا ہوگا۔ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟" اس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا "ماتا! زخم کاری لگا ہے زندگی کی امید نہیں ہے۔ چھاتی کے تلے کی ہڈیاں چور چور ہو گئی ہیں سر میں بھی زخم شدید ہے۔ میں صرف آپکے درشن کیلئے ان کی اجازت لیکر آئی ہوں۔ ورنہ ایک دم کیلئے طبیعت جدا ہونے کو نہیں چاہتی تھی۔"

یہ سنکر رانی چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔ جب ہوش آیا۔ رونے لگی۔ بیلا نے تسلی دے کر کہا "ماتا! جینا مرنا ایشور کے اختیار میں ہے۔ انسان کا کچھ بس نہیں کیا آپ نہیں جانتیں گندھاری کے سو لڑکے مارے گئے۔ سری کرشن کے لڑکوں میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچا۔ راون سا صاحب اولاد لاولد مرا۔ آپ صبر کرو۔ آپکا لڑکا میدان میں زخمی ہوا ہے۔ یہ موت کشتریوں کے لیے دکھدائی نہیں ہے۔"

ان باتوں سے رانی کو کچھ ڈھارس ہوئی۔ پھر بیلا چندراولی کے گلے سے لگ کر بولی۔ اور کہنے لگی "نند! مجھے کو اپنے بھائی کے رہنے۔ سونے اور بیٹھنے کی جگہ دکھا دو۔" اور جب اسکو وہاں لیگئی۔ اس نے اپنے شوہر کی تمام چیزوں کو محبت سے بوسہ دیا۔ اور اپنی زندگی پر افسوس کرنے لگی۔

برہما نے ایک چندن کا باغ لگایا تھا۔ اس کے بھی دیکھنے کی خواہش ہوئی کیاریوں کی سجاوٹ اور باغ کی بناوٹ کو دیکھ کر بیلا کا غم تازہ ہو گیا۔

پھر رانی نے کیرت ساگر۔ مہوبا کے بارہ[1] تال اور دوسرے فضا کے مقامات کی سیر کر کے ملہن رانی سے واپس چلنے کی اجازت مانگی۔

پھر وہ سرسا میں اسجگہ آئی۔ جہاں گج موتی ستی ہوئی تھی۔ ستی کا چبوترہ دیکھ کر اس کا کلیجہ پھٹ گیا۔ رو کر کہنے لگی "گج موتی! تو پہلی ستی ہے تیرے پیچھے خبر نہیں دہلی اور مہوبا کی کتنی عورتیں بیوہ ہونگی۔"

جب وہ سرسا سے واپس آکر خیمہ میں داخل ہوئی۔ برہما نے خوشی کا اظہار کیا۔ اور یاد دہانی کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "پیاری! نا ہر کا سر کے آنا کہ

[1] مہوبا میں اب بھی متعدد تالاب ہیں جو دیکھنے کے قابل ہیں۔

بھی اسکو دیکھ کر اطمینان سے اپنی جان دوں"۔ بیلانے کہا آپ صبر کرو۔ اب مجھ کو سوا اس کام کے دنیا میں کچھ بھی کرنا باقی نہیں رہا۔ آپ آلہا سے کہو سب اسامان منگوا دے" آلہا نے تعمیل حکم کیا اور رسانی مردانہ لباس میں سر سے پاؤں تک مسلح ہو کر ہیرا گرنا می ہاتھی پر سوار ہوئی۔ اودل نے اسکے ہمراہ رکاب جانا چاہا۔ مگر اس نے کسی کو بھی ساتھ نہیں لیا۔ شوہر کا بدلہ لینے کیلئے اکیلی روانہ ہوئی۔

دہلی کے قریب پہنچکر اس نے پرتھوی راج کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ داماد کے قاتل تاہر کو جلد بھیجدے تا کہ میں اس سے شوہر کے خون کا بدلہ لوں ورنہ میں دہلی کو جلا کر خاک سیاہ کر دوں گی"۔

جب دلی پت نے خط پڑھا حیرت و تعجب سے درباریوں کیطرف دیکھ کر کہنے لگا "لڑکی نہیں یہ میری دشمن ہے۔ اسی نے جاکر برہما سنگھ کو زندہ کیا۔ تاہر جاؤ جس طرح ہو سکے مہوبا والوں کو تباہ کر کے تب آؤ"

تاہر نے اپنا لشکر آراستہ کیا۔ دہلی کے مشہور لڑاکے جنہوں نے لڑائی میں کبھی پیٹھ نہیں دکھلائی تھی۔ اسکے ساتھ ہوتے اس دفعہ بہت بڑی فوج اس کے ساتھ تھی۔

جب وہ دہلی سے باہر آیا۔ چند میل کے فاصلہ پر اسکے استقبال کیلئے مہوبا کی فوج تیار تھی۔ اسطرح دونوں دل آپس میں ملے جیسے سمند کے دہانے پر ندیاں ملتی ہیں ہتھیاروں کے کڑاک سے آدمیوں کے کان بہرے ہو گئے۔ کسی کو اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی۔ سب جان پر کھیلنے آئے تھے۔

تاہر بہت بڑا بانکا راجپوت تھا۔ مہوبے والونکو تلواروں کے گھاٹ اتارتا ہوا اسجگہ پہنچا۔ جہاں بیلا ہاتھ میں کھڑگ لئے ہوئے زرہ بکتر پہنے دہلی والونکو تلوار کے گھاٹ اتار رہی تھی تاہر نے اسکی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ راجپوت تو کون ہے۔ جو اسطرح بے پروائی سے دہلی کی فوج کو پامال کر رہا ہے"۔ بیلا نے مردانہ لہجہ میں جوابدیا۔ مکار دغا باز اور بیرحم تاہر! تو نہیں جانتا ہے۔ میں برہما سنگھ ہوں۔ اگر کشتری ہے تو آجا۔ میرے اور تیرے مرنے ہی سے دونوں خاندانوں کا خاتمہ ہے۔ ناحق خونریزی سے کیا غرض ہے"۔

یہ کہہ کر بیلا بھی گھوڑے پر سوار ہوئی۔ تاہر اسکے مقابلہ پر آ کر بھالا چلانے لگا۔ اس نے کئی مرتبہ بھالا چلایا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ جب بیلا بھالا چلانے لگی۔ اتفاق سے اسکی کلائی کی چوڑیوں پر چونڈا براہمن کی نگاہ پڑ گئی۔ اس نے تاہر سے کہا:۔ راجکمار! کیا کرتے ہو یہ برہما نہیں ہے۔ بیلا ہے کمبخت سچ مچ ہم سے لڑنے آئی ہے"

تاہر کو سخت حیرت ہوئی۔ گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل۔ نہ تاب یہ فتن نہ روئے ماندن ہے پر ہاتھ چلانا کشتری کا کام نہیں۔ ابھی وہ حیرت ہی میں تھا کہ بیلا کی لپکتی ہوئی تلوار نے اسکے سر کو دھڑ سے جدا کر دیا۔ اور وہ اسکو اٹھا کر جھٹ پٹ خیمہ کیطرف آئی ہوئی جب دہلی کی فوج واپس گئی۔ اور پرتھوی نے سنا کہ بیلا کے ہاتھ سے تاہر کی موت ہوئی۔ اسکو سخت رنج ہوا۔ اگما رانی رو رو کر کہنے لگی۔ جب سے اس کمبخت کی شادی ہوئی تب سے میرے سات لڑکے ایک ایک کر کے مارے گئے۔ خاندان کا آخری چراغ تاہر تھا۔ وہ بھی گل ہو گیا۔

تمام دہلی میں شور مچ گیا۔ مرد عورت سب نے ماتمی لباس پہنا۔

حرم بادشاہی میں پڑا غل
بچشم خونفشاں روتے جزو کل
گریبان مثل گل غم سے کیا چاک
کوئی دیوار پر سر مارتا تھا
کوئی چھاتی پہ پتھر مارتا تھا

نوشتہ

بتیسواں گیت

چندن بگیا کی لڑائی!

برہما ودو کی وجہ سے خیمہ میں پڑا ہوا کراہ رہا ہے۔ اسکے تمام جسم میں درد تھا۔ بالکھو

سے کہنے لگا "اب میرے مرنے کا وقت قریب آ گیا۔ زندگی کے صرف چند لمحے باقی رہ گئے ہیں"۔
جب وہ یہ کہہ رہا تھا بیلا رانی تاہر کا سر ہاتھ میں لئے ہوئی آئی "پران ناتھ! لو دیکھو یہ
یہ تمہارے دشمن اور میرے بھائی تاہر سنگھ کا سر ہے اب تو تم کو میری وفاداری کا یقین
ہوگا۔ سوامی! استری کا پتی کے سوا اور کوئی نہیں ہے وہی اسکی دنیا ہے"۔
برتھا نے خوشی کے لہجہ میں کہا "سندری! تو سچی پتی ورتا استری ہے ایشور تجھ کو
پرلوک کا سکھ دے۔ اب میں خوشی سے جان دوں گا۔ تم دھوبے میں جا کر آرام سے
رہو۔ تمہارے دیکھنے سے رانی لچھمن دیوی کو راحت ملے گی"۔
صرف اتنا ہی کہنے پایا تھا۔ کہ برتھا کی گھگھی بندھ گئی۔ آنکھیں ناچنے لگیں
ہاتھ پاؤں اکڑ گئے۔ اور وہ جان بحق تسلیم ہوا۔
بیلا اسکی حالت دیکھ کر زمین پر گر پڑی۔ اس طرح چلا چلا کر روئی کہ سننے والوں
کا کلیجہ پھٹنے لگا۔ "ہائے پران پتی! ابھی میری شادی کی چونری بھی میلی نہیں ہوئی
تھی نہ مجھ کو تمہاری سیج پر پاؤں دھرنے کا موقع ملا۔ اور تم یوں ہی چھوڑ
کر چل بسے۔ لاکھن اور اودل کہنے لگے "رانی صبر کرو۔ تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی
رونے چلانے سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ چلو دھوبا کی سلطنت بہت وسیع ہے۔ تمہارے
یہاں پارس پتھر ہے۔ دولت اتنی ہے کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ جو ہونا تھا
ہوا۔ تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ" ہماری دعا علاج نے کچھ فائدہ نہیں
کیا اور بھائی ہم سے جدا ہو گیا"۔
بیلا بولی "بنا پھر اتے! تم مجھ کو کیا سمجھاتے ہو؟ کیا مجھ میں اتنی بھی عقل نہیں۔
افسوس میں دنیا میں زہر کی گانٹھ بن کر آئی تھی۔ میری وجہ سے دو لوگوں کا ناش ہوا
دھوبا اور دہلی میں کوئی چراغ بتی کرنے والا بھی نہیں رہ گیا میرے لئے اب دنیا
میں سکھ چین کہاں! جاؤ چھوٹے بھائی! دہلی کے چندن بگیا سے چندن کاٹ
کر لاؤ۔ اور میرے لئے چتا تیار کر دو"۔
اودل کہنے لگا "بھابھی! ہم دہلی اب نہ جائیں گے۔ بھائی کے مرنے سے ہمت کی کمر

ٹوٹ گئی ہے۔ چندن ہم تم کو اور جگہ سے لادیں گے"۔

بیلا نے کہا۔ "اودل! اگر تم جا کر چندن لا دو گے یا میں بد دعا دونگی تم بھسم ہو جاؤ گے"۔

لاکھن نے بھی اودل کو سمجھایا۔ بیلا کی سرخ سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ کیونکہ اس پر ست چڑھ گیا تھا۔

آخر اودل اور لاکھن صلاح کر کے جمنا پار گئے۔ اور چندن بگیا میں پہنچکر درخت ڈھانے لگے۔ مالی نے شور مچایا۔ دہلی کی فوج باغ کی حفاظت کیلئے آکر مستعد ہو گئی۔ اس عرصہ میں اودل نے بہت سے درخت کٹوا لئے اور انکو چھکڑے پر لاد کر خیمہ کیطرف روانہ کر دیا۔

چونڈا براہمن موقع پر پہنچا۔ چھکڑے کو روک کر اودل سے لڑنے آیا۔ اودل نے کہا براہمن! تو جا۔ اپنی راہ لگ۔ برتھا مر گیا۔ بیلا اسکے ساتھ ستی ہونے والی ہے۔ اور اگر تو نہیں مانتا تو جانتا ہے۔ اودل کو زندگی بھر لڑائی جھگڑائی کے سوا اور کوئی کام نہیں رہا ہے"۔

چونڈا نے سمجھا یہ راجکمار کے مرنے سے پست ہمت ہو گئے ہیں موقع اچھا ہے۔ ان سے بدلہ لیں۔ اس نے گدا اٹھا کر اسکے سر پر مارا۔ بندیل پھر گیا۔ سوار کو ضرب نہیں آئی۔ وجے سنگھ بیجانیر والا اور بیر سنگھ گانجر والا دونوں للکار للکار کر لڑنے لگے۔ بیر سنگھ نے ہتھیار چلاتے وقت غلطی کی اسی وقت مارا گیا۔ بیری سنگھ نے وجے سنگھ کا مقابلہ کیا وہ بھی کھیت رہا۔ لاکھن نے اپنے ماموں گنگا سنگھ کو بھیجا۔ اس نے بھالے سے اسکی جان لے لی۔ ہیرا منی چرکھاری والا گنگا سنگھ کے سامنے آیا۔ گنگا نے اسکو بھی ختم کر دیا۔ غرضیکہ اس طرح بہت آدمی مارے گئے۔ آخر براہمن میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ تب اودل چھکڑا لاد کر خیمہ میں لے آیا۔

تینتیسواں گیت

چندن کھمبا کی لڑائی

بیلا انتظار میں بیٹھی تھی۔ جب اس نے چندن کے درخت دیکھے۔ کہنے لگی دہلی

جا کر سوکھے چندن لے آؤ۔ تب میں ستی ہونگی۔ گیلے درختوں سے کام نہیں چلیگا۔

مجبور لاکھن سنگھ اور اودل پھر دہلی گئے۔ مدلوا۔ بنارس کے سید اور جگنا یک سب ساتھ تھے۔ جمنا جی کے کنارے چندن کے بارہ تھمبے اکھاڑ کر چھکڑوں پر لادنے لگے۔ دیر مگینت نے خبر پائی۔ لڑنے کے لئے آیا۔ مگر اسکی کچھ پیش نہیں گئی۔ راجہ انگد گوالیر والا اور پرشو۔ دونوں جگنا یک کے ہاتھ سے قتل ہوتے اور چندیل انکو لیپا کرتے ہوئے دہلی کے محل تک چلے اور اگما رانی کے محل پر دھاوا بول دیا۔ لاکھن سنگھ کو سنجوگتی کے بدلہ کا خیال تھا۔ وہ چاہتا تھا کسی طرح موقع ہاتھ آئے۔ مگر جگنا یک نے مخالفت کی اور کہنے لگا "میں کبھی گوارا نہ کرونگا کہ ایسی حالت میں کوئی شخص دہلی کی عورتوں پر ہاتھ اٹھائے"۔ مگر اودل نے کہا "کچھ بات نہیں یہ وہی لاکھن ہے جس نے پتھور کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی ہے۔ اگر وہ بدلہ لینے کا خواہشمند ہے تو جگنا یک کو مزاحمت نہ کرنی چاہئے"۔

یہ کہکر اودل نے ہلا بولدیا "پرتھوی راج کی رانی محل سے باہر آئی اور کہنے لگی "اودل کے بیٹے خبردار! اگر تم عورتوں پر ہاتھ چھوڑتے ہو خواہ انکی بے حرمتی کرتے ہو۔ تو دنیا میں تم کو بدنامی ملیگی۔ آج دہلی میں کوئی نہیں ہے۔ جو تمہارا مقابلہ کرے۔ پتھورا سبھن کی لڑائی میں گئے ہوئے ہیں"۔ اودے سنگھ نے جوابدیا "آپ میرے نزدیک ملہن دیوی سے کم نہیں ہیں۔ آپ کی بے حرمتی نہ کرے گا"۔

مگر لاکھن کو اپنی بات کی ضد تھی۔ آخر اودل اور جگنا یک نے صلاح کر کے رانی سے کہا "کسی باندی کو رانی کے بھیس میں ڈولے میں بھیجدو تاکہ لاکھن سنگھ اس موقع پر زیادتی نہ کرنے پاوے"۔ رانی نے اسکے موافق عمل کیا جب ڈولا محل سے برآمد ہو کر بازار کی طرف سے نکلا اودل نے لاکھن سے کہا "تمہارا بدلہ ہو چکا۔ بہتر ہے۔ اب ڈولے کو محل کی طرف واپس بھیجدو۔ پرتھوی راج کی رانی کو لیکر کیا کروگے"۔ لاکھن بھی راضی ہو گیا اور خوشی سے اس نے ڈولے کو واپس کر دیا۔

ابھی اودل وغیرہ چندن کو لئے ہوئے راہ ہی میں تھے کہ پرتھوی راج کو انکے آنے اور چندن اٹھا لیجانے کی خبر ملی۔ وہ دھاوا کرکے آیا اور انکو راہ میں گھیر لیا۔

دونوں طرف کے راجپوت تلواریں کھینچ کھینچ کر پل پڑے ہزاروں آدمی دم کے دم میں برباد ہو گئے۔ قنوج اور مہوبے کی فوج بےشمار تھی۔ پرتھوی راج آخر میں نہایت پشیمان ہوا اور شرم و حیا سے واپس چلا گیا۔ اور اودل چندن کو لئے ہوئے خیمہ میں پہنچے ۔

چونتیسواں گیت

بیلا کا ستی ہونا اور آخری لڑائی

جب چندن سر کٹنے آ گئے بیلا نے لاکھن سنگھ سے کہا۔ ایسی جگہ چتا تیار کرو جہاں دہلی اور مہوبا کی سرحد ملتی ہو۔ میں اسی جگہ اپنا پران تیاگ کروں گی۔"

لاکھن سنگھ نے آلھا اودل سے مشورہ کر کے سرحد تلاش کی اور وہاں چتا بنائی رانی بیلا دیوی شوہر کی لاش لیکر چتا پر جلنے کیلئے تیار ہوئی تمام مہوبا اس تماشا کے دیکھنے کے لئے اکٹھا ہوا چتا سنواری گئی۔ بیلا اچھے اچھے لباس اور زیور پہن کر شوہر کی لاش کو گود میں لئے ہوئے اس بات کے انتظار میں ہے کہ کوئی شخص چتا کو آگ لگا دے ۔

اتنے میں پرتھوی راج اپنی فوج لئے ہوئے وہاں آ پہنچا ساہل نے اس سے کہا "اگر مہوبے نے چتا کو آگ لگا دی تو نہایت شرم کی بات ہو گی۔ لوگ کہیں گے۔ پرتھوی راج کی لڑکی اور اس کا داگرہ سنسکار بیرتی کے لڑکوں نے کیا!" یہ سنکر غیرت کا مارا پرتھوی راج وہاں آکر کھڑا ہو گیا۔ جہاں ستی ہونیکے وقت باجے بج رہے تھے ۔

پرتھوی راج ہاتھی پر سوار تھا کسی کو یہ امید نہیں تھی۔ کہ اس موقع پر بھی لڑائی ہو گی مگر اس نے کہا "جو کوئی چندیل کی نسل میں سے یہاں موجود ہو۔ وہ چتا کو آگ

دے دیوے۔ دوسرے کسی کو چتا جلانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر اودے سنگھ نے چتا جلائی تو ابھی یہیں کا سامان موجود ہو جائے گا!"
اودل سنگھ نے کہا۔ "مجھ کو بیلا نے پہلے ہی سے حکم دیا ہے کہ تم ہی میرا گٹھ بندھن سنسکار کرنا۔ اسی لئے اے راجہ! میں تمہاری بات کو نہ مانوں گا!"
یہ کہکر اس نے اسی وقت چتا کو آگ دے دی ؛
پرتھوی راج نے حکم دیا۔ "مارو مہوبا والوں کو۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ جانے پاوے۔" حکم کا ملنا تھا کہ چونڈا۔ دھاندھو۔ ویربھگنتا وغیرہ تلواریں کھینچکر مار دھاڑ کرنے لگے۔ بتید۔ دیوا۔ اودل اور آلہا نے بھی اپنی کٹاریں کمر سے کھینچ لیں اور اسطرح آپس میں بھڑ گئے۔ کہ کسی کو تن بدن کی بھی خبر نہیں رہی۔ بیچ بچ پڑے کا زمانہ آ گیا۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ گوبے برسنے لگے۔ تیروں کی وہ موسلا دھار بارش ہوئی کہ آسمان پر تاریکی چھا گئی۔ لڑاکو نیکے یا تھو دسرا طرح آسمان پر اڑ رہے تھے۔ جیسے چیل اور کوے منڈلاتے ہیں۔ دونوں طرف برابر کی تعداد تھی۔ دونوں طرف کے آدمی لڑنے کے لئے پہلے ہی سے مستعد ہو کر آئے تھے۔ سب کو زندگی کیطرف سے مایوسی تھی۔ جو جسکے سامنے پڑا۔ اسی پر ہاتھ اٹھ گیا۔ سارا میدان کشتوں سے پٹ گیا ؛
ایک طرف چتا جل رہی ہے۔ بیلا شوہر کی لاش کو گود میں لئے ہوئے شاہی شانتی سے بیٹھی ہے۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف مہوبا اور دہلی کے آدمی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے وناون تلواریں چلا رہے ہیں ؛
بنارس کا سید ویربھگنتا کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسطرح اس نے آلہا اودل کی رفاقت کا فرض آخر دم تک ادا کیا۔ ویربھگنتا گنگا ٹھاکر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ لاکھن اور پرتھوی راج بھالا لئے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے آئے گنگا ٹھاکر دھاندھو۔ دلی والے کے ہاتھ سے برچھی کی نوک کو سیدھا را۔ اسکا مرنا تھا کہ اسکا بھائی لاکھن سنگھ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دھاندھو پر ایسا تن کر ہاتھ مارا کہ وہ جانبر نہ ہو سکا ؛
پھتوراولی پت دھاندھو کی مدد پر آیا۔ مگر اس کے آنے کے پہلے ہی اسکا کام

ختم ہو چکا تھا۔ پرتھوی نے لاکھن کو آکر دبا لیا۔ اور کہنے لگا "تم کیوں ناحق لڑ رہے ہو۔ ہمارے تمہارے درمیان لڑائی کیسی! بہتر ہے اب بھی ہم سے مل جاؤ۔ جے چند بڈھا ہو گیا ہے اسکی عقل ماری گئی ہے۔ تم ایشور کے فضل سے لڑکے ہو۔ اگر میرے ہاتھ سے مارے گئے تو مجھ کو دنیا بدنام کریگی۔ اب تک تم نے دنیا کا کچھ سکھ نہیں دیکھا۔ بہتر ہے لڑنے سے باز آؤ۔" لاکھن نے جواب دیا "جب تک میں دہلی کو لوٹ کر آگ نہ لگا دونگا مجھ کو چین کہاں! تو ہمارے خاندان کا دشمن ہے۔ جو راجپوت دشمن کی دشمنی کو بھول جاتا ہے۔ وہ بزدل ہے اور نرک کو جاتا ہے۔ تم کبھی نہ امید کرو۔ میں بناپھروں کو چھوڑ کر تم سے ملوں گا۔" یہ کہکر اس نے وہ تیر مارا۔ کہ پرتھوی راج جھنجھلا گیا۔ پھر پرتھوی نے تیر چلائے۔ لاکھن سنگھ کو زخم کاری لگا۔ اور وہ بناپھروں کی دوستی میں وہاں ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ مگر دنیا سے اپنے ساتھ نیکنامی لیگیا۔

لاکھن کا مرنا تھا کہ اودل کا دل بھر آیا۔ چونڈا نے آکر اسکو خبر سنائی۔ اودل نے کہا "جب میرا دوست دنیا میں نہ رہا تو اب یہ زندگی بھی ہیچ ہے چونڈا! آؤ مجھ کو جلدی تلوار کی ضرب سے ختم کر دے۔ مگر چونڈا اودل کے نام سے ڈرتا تھا۔ اودل اسکے ارادہ کو بھانپ گیا۔ بینداول کو ایڑ لگائی وہ چونڈا کے ہاتھی کے مستک پر جا دھمکا اور اودل نے اپنا سر جھکا دیا۔ چونڈا نے اسکو کاٹ لیا اور پھر سوار و گھوڑا دونوں زمین پر آ رہے۔ اودل کے مرتے ہی سناٹا چھا گیا۔ مار دھاڑ کی آواز بلند ہوئی پھر تو اپنی اپنی بار آ پڑی۔ دلوا۔ جگنک اور مہوبا کے تمام سردار ایک ایک کرکے مرے۔ لڑنے والوں میں اس وقت صرف آلہا انمل اور دہلی کیطرف پرتھوی اور چونڈا صرف چار آدمی باقی رہے۔ آلہا نے سنا کہ چونڈا نے بڑی نامردی سے اودل کو مارا ہے۔ گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ اس پر بجلی کیطرح گرا اور کہنے لگا "اے مردود دغاباز اسطرح بھی کوئی کسی کو مارتا ہے دیکھ اودل کا بدلہ میں یوں لیتا ہوں۔" ایک ہاتھ کے لگتے ہی چونڈا کا سر گردن سے الگ جا پڑا۔ آلہا نے پرتھوی کو بھی پکڑ کر اس کی مشکیں کس لیں مگر جان سے نہیں مارا۔

دہلی اور مہوبے میں خبر گئی کہ آخری لڑائی میں صرف تین آدمی آلہا پرتھوی اور انمل باقی بچے جسوقت ملہنا، سونوا اور دیول نے سنا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا

گیا۔ سونوا کہنے لگی۔ آلہا کو کیا ہو گیا کہ خود زندہ رہا اور اپنی زندگی میں چھوٹے بھائی کی حفاظت نہ کر سکا۔

آلہا نے اندل سے کہا بیٹے! سنتا ہے تیری ماں کیا کہتی ہے؟ یہ میری استری رانی تیری ماں ہے۔ کلجگ میں دھرم کرم کچھ نہ رہیگا۔ اسلئے اب دنیا میں رہنا فضول ہے۔ یہ کہکر اندل کو لیکر وہ کدلی کے جنگل کی طرف چلا گیا۔ سونوا ہار اس کے پیچھے پیچھے پکارتی رہی مگر اُسنے توجہ نہیں کی۔

دیول اولاد کے دُکھ کو نہ برداشت کر سکی تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ سونوا پھلوا اور چترریکھا یہ سب چتا پر بیٹھ کر جل گئیں۔ دہلی اور مہوبے دونوں مردوں سے خالی ہو گئے۔ ہر جگہ رانڈ اور بیوہ عورتوں کے ماتم کی صدائیں اوروں کو سنائی دینے لگیں۔

رانی ملہن دیوی کی امید کا خاتمہ ہو گیا۔ اس نے شاہی خزانے سے پارس پتھر کو لیکر ساگر میں ڈالدیا۔ مہاراجہ پرمال نے گیارہ دن تک فاقہ کشی کر کے جان دیدی۔ ملہن دیوی اس کی لاش کے ساتھ زندہ جلی۔

مہوبا اور دہلی میں جا بجا ستی کے چبوترے نظر آتے ہیں یہ سب اسی وقت کے بنے ہوئے ہیں۔ آریہ نسل کا خاتمہ پہلے ہی مہابھارت میں ہو چکا تھا جو بچے کھچے کشتری رہ گئے تھے وہ اس دہلی اور مہوبے کی لڑائی میں ختم ہو گئے بھارت غارت ہو گیا۔ اسکی ساری عظمت خاک میں مل گئی۔ جو آجکل اپنے آپکو کشتری کہتے ہیں وہ کشتری نہیں۔ جنکو برہمن کہلانے کا دعویٰ ہے وہ ناحق منہ کی کھاتے ہیں۔ نہ یہاں برہمن ہیں۔ نہ کشتری ہیں۔ پھر انکو وہ نسلوں میں سے جو آج دیکھے جاتے ہیں کسکو کیا کہو گے؟ اسکا جواب ہم کیا دیں! ہر شخص اپنی نسبت خود ہی سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لے!

نہ ہم رہے۔ وہ۔ نہ وہ شان و آبرو ہی رہی — نہ حوصلے ہیں وہ۔ اور وہ نہ آرزو ہی رہی
چمن اجڑ گیا۔ بلبل کی جا ہیں زاغ و زغن — نہ پھول پھل ہی رہے اور نہ انکی بو ہی رہی
نہ ہم میں علم و ہنر ہے۔ نہ ہم میں عقل و شعور — نہ وہ نرالی ادا ہے نہ انکی خو ہی رہی

ختم شد

(گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام سوم پرکاش پرنٹر پبلشر چھپ کر شائع ہوئی)